بسم اللہ الرحمن الرحیم
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
ورفعنالک ذکرک
سیرت
جانِ کائنات
علیہ افضل الصلوٰت واکمل التسلیمات
مؤلف
مفتی محمد فیاض احمد سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یاسیدی یارسول اللہ

پروف ریڈنگ:۔ علامہ ضیاء احمد قادری

علامہ محمد شہریار ارشد رضوی

تحریک:۔ علامہ اظہار احمد چشتی (ناظم تعلیمات جامعہ سراج الحرمین)

حروف ساز:۔ علامہ علی اصغر نقشبندی (جامع مسجد خضراء)

محترم سجاد نسیم عطاری

محترم سہیل ارشد واحدی

محمد سہیل حنیف عطاری

الحمرا پبلشرز اینڈ پرنٹرز کیپٹل پارک اُردو بازار لاہور

0322-4574749 - 0300-7709612

عکس سیرت جانِ کائنات ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

حدیث دل

اما بعد:. سورۃ ھود شریف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کے تذکرے کرنے کا فلسفہ بیان فرمایا کہ اے محبوب ﷺ تاکہ آپ ﷺ کے قلب منور کو قوت وسکون ملے (ھود: ۱۲۰)

ان ذواتِ قدسیہ کا تذکرہ دلی سکون وطمانیت کا باعث ہے حضرت محدث ابن ِجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فان اخبار الاخیار دواء للقلوب وجلاء للالباب

(مناقب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ص ۱۱

بزرگوں کے واقعات دلوں کی دوا اور دماغوں کی روشنی ہیں۔

توجانِ کائنات ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں کتنے مریض دلوں کا علاج اور اندھے ذھنوں کی چمک ہوگی جانِ کائنات ﷺ کا ذکر گرامی اس کائنات کا حسین ترین تذکرہ ہے اور ایسا حسین تذکرہ ہے کہ جسکی ہر ہر بات ہر ہر ادا محفوظ ہے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا اعجاز ہے کہ سیرت طیبہ پڑھنے سے آپ ﷺ کے فضائل وکمالات کا علم ہوگا جو ایمان کی زیادتی وقوت کے باعث ہیں

آپ ﷺ کے معمولات شریفہ کا علم ہوگا جسے پڑھ کر غیر مسلم کو دعوتِ ایمان ملے گی ایک انگریز نے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا تو اسوۂ حسنہ کو اپنا لیا ایک مسلمان ملا اور کہنے لگا جی داڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ضروری نہیں تو اس نے جواب دیا کہ میں ضروری اور غیر ضروری کی بحث میں نہیں جاتا میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا ﷺ نے داڑھی رکھنے کا حکم فرمایا اور جب میں نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی تو انکا حکم ماننا ضروری ہے کسی ماتحت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اعلیٰ افسران کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے (نایاب باتیں ص ۸۸)

سیرت پاک پر لاتعداد کتب موجود ہیں لیکن

عارف باللہ، حضرت اقدس، مرجع العلماء، والصلحاء، امیر المجاہدین

حافظ خادم حسین رضوی حفظہ اللہ

امیر فدایانِ ختم نبوت پاکستان

نے حکم فرمایا کہ سیرتِ طیبہ پر مختصر کتاب لکھیں لیکن من آنم کہ من دانم کے باوجود حکم سے روگردانی کیونکر کر سکتا تھا تو تعمیل ارشاد میں یہ چند سطور احاطہ تحریر میں لایا اعلانِ نبوت شریف سے قبل کے حالات بقیہ انشاء اللہ پھر۔

مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کو پڑھکر ہوا و ہوس کے اسیر اس سے چھٹکارا پا کر جانِ کائنات ﷺ کی عقیدت وغلامی کا سنہری طوق زیب گلو کر کے دائمی سعادت سے بہریاب ہوں ناسپاسی ہوگی اگر ان احباب کا ذکر نہ نہ کیا جائے جو کتاب لکھنے کیلئے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کرتے رہے اور حوصلہ بڑھاتے رہے۔

شیخ طریقت رہبر شریعت حضرت پیر شاہد محمود چشتی رامے
(مجاز خلافت آستانہ عالیہ بابِ چشت شریف شیخوپورہ)
اور آپکے رفقائے عظام

محترم محمد جاوید الیاس چشتی (القصویٰ سائیکل سٹور والے فیصل آباد)

محترم زاہد محمود چشتی رامے

محترم طاہر محمود چشتی رامے

محترم حاجی محمد وقار

محترم شیخ محمد فیاض

محترم محمد سلیم اشرف

محترم محمد رضوان چشتی

محترم ملک محمد ظہور (الاعوان سائیکل سٹور سیالکوٹ)

محترم حافظ محمد صفدر (سعودی عرب)

رب العالمین جل شانہ، تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے بہریاب فرمائے آمین ثم آمین

گدائے درِ مصطفیٰ کریم ﷺ **محمد فیاض احمد سعیدی** ناظم اعلیٰ جامعہ سراج الحرمین اچھرہ لاہور

حسب الارشاد

سفیر عشق رسول، محافظ ناموس رسالت، یادگار اسلاف

امیر المجاہدین، شیخ الحدیث، عارف باللہ، حضرت اقدس

علامہ حافظ

خادم حسین

حفظہ اللہ

رضوی صاحب

امیر فدایان ختم نبوت پاکستان

بفیضانِ نظر

حضرت سیدنا

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا

داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا

غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الاھداء

حضور، پُرنو، شافع یوم النشور، شفیعِ معظم، نبی مکرم، رسولِ محتشم، سرکار، سرِّ ہرکار، حبیب کردگار، محبوبِ ربُّ العلیٰ، مطلوبِ رب الاعلیٰ، پناہِ بے پناہاں، کسِ بے کساں، چارہ ءبے چارگاں، وسیلہءاُمتاں، محبوب انبیاء مخدوم ملائکہ ذی جاہ، ناطق الحق والیقین، رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا ماوانا وملجانا، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے والدین کریمین طیبین طاہرین رضی اللہ عنھما کے نام جنکے نعلینِ مقدس کی برکت سے بندہ کو جانِ کائنات ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور آپ ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے حوضِ کوثر پینا نصیب ہوگا

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
کامزار مبارک

حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا
کامزار مبارک
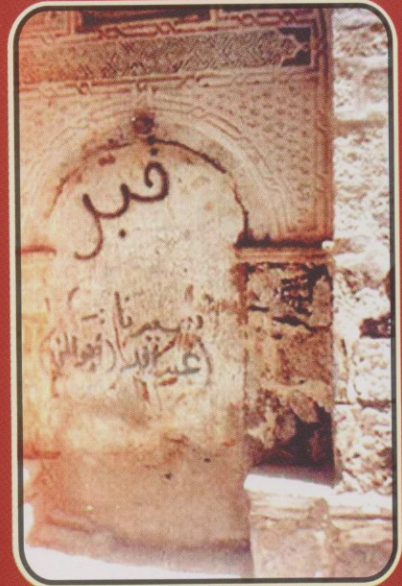
سگِ والدین مصطفیٰ کریم ﷺ

محمد فیاض احمد سعیدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب اول
نسب نامہ کی تفصیل

ذات ہوئی انتخاب

اللہُ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس (حج: ۷۵)

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے

جان کائنات ﷺ نے فرمایا

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبآئل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتاًفجعلنی فی خیرھم بیتاً فانا خیرھم نفسا و خیر ھم بیتاً. (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۵۵۱۱)

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ جل شانہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین میں سے بنایا پھر انکی دو جماعتیں بنائیں مجھے اچھی میں سے بنایا پھر انکے کئی قبیلے بنائے تو مجھے اچھے قبیلے میں سے بنایا پھر انکے گھر بنائے تو مجھے اچھے گھر والوں میں سے بنایا تو میں ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں

نورانی نسب

جان کائنات ﷺ کا نسب شریف والد محترم رضی اللہ عنہ کیطرف سے حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (بخاری شریف، ج:۱،ص:۵۴۳)

والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے نسب مبارک

حضرت محمد ﷺ بن آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ (کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری۔ج:۱،ص:۵۴۳)

جن چہروں پر رہتی ہے نظر رب کی

''الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین'' (شعراء: ۲۱۷، ۲۱۸)

جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوا اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں

''لازال نورہٗ ینقل من ساجد الی ساجد''

جانِ کائنات ﷺ کا نور مبارک ہمیشہ سجدہ کرنے والے سے سجدہ کرنے والے کیطرف منتقل ہوتا رہا

(انسان العیون ج:۱،ص:۵۴، سبل الھدی والرشاد ج:۱،ص:۲۵۵)

''یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ''

اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ جل شانہ نے ساری مخلوق سے پہلے تیرے نبی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔
علامہ حلبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جانِ کائنات ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں۔

''و فیہ انہ اصل لکل موجود'' (انسان العیون ج:۱ص:۵۸)

''اول ماخلق اللہ نوری'' حدیث صحیح ہے (مدارج النبوت، ج:۲،ص:۱۳)

اللہ جل شانہ نے تمام مخلوق سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وسائر مکنونات علوی وسفلی ازاں نور و ازاں جوہر پاک پیدا شدہ

(مدارج النبوت فارسی، ج:۲،ص:۲)

اور تمام مکنونات علوی سفلی آپ ہی کے نور اور آپ ہی کے جوہر پاک سے ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا — وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی — جان ہے تو جہان ہے

نسب نامہ

''شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصۡلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُھَا فِی السَّمَآءِ'' (ابراہیم:۲۴)

عدنان تک سلسلہ نسب متفق علیہ ہے اس لئے علماء محتاطین نے اسی پر اکتفاء فرمایا ہے۔ خود جانِ کائنات ﷺ اپنا نسب پاک عدنان تک بیان فرما کر خاموش ہو جاتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت آدم علیہ السلام تک سلسلہ نسب بیان کرنے والوں کے خلاف اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

''اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ بَعۡدِھِمۡ لَا یَعۡلَمُھُمۡ اِلَّا اللّٰہُ''۔

کیا تم لوگوں کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں جیسے قوم نوح عاد، ثمود اور ان کے بعد کی اقوام جن کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اور فرمایا کرتے تھے ''کذب النسابون'' نساب جھوٹے ہیں۔ یوں ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عدنان تک تو معلوم ہے آگے کا پتہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا نہیں ملتا جو عدنان کے آگے سلسلۂ نسب جانتا ہو۔ ایک شخص اپنا نسب نامہ حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا تھا اس کے بارے میں امام مالک رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو کس نے بتایا ہے؟ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسب کو حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچانے سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے بھی منع فرمایا ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تک تمام اشخاص کے نام معلوم کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں اور اختلافات کی کثرت کی وجہ سے ناموں میں خلط ملط اور ردوبدل کا قوی اندیشہ ہے لہذا ہمیں بھی عدنان پر اکتفا کرنا چاہئے، البتہ علماء انساب کا اس پر اتفاق ہے کہ آباء کرام میں عدنان کے آگے حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت شیث، حضرت آدم بالضرور ہیں۔ سلام اللّٰہ علیہم اجمعین۔

سری لنکا کا وہ پہاڑ جہاں
حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اترے تھے
یہاں آپ علیہ السلام کے قدم مبارک
کا نشان موجود ہے
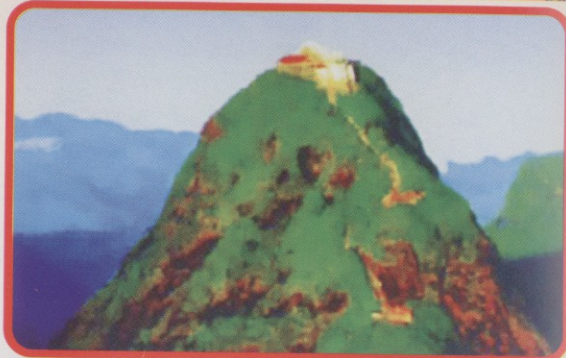
سری لنکا میں موجود
حضرت سیدنا آدم علیہ السلام
سے منسوب قدم مبارک

حضرت سیدہ حوّا رضی اللہ عنہا
کی قبر مبارک

حضرت سیدہ حوّا رضی اللہ عنہا
کا مزار مبارک

''عدنان'' سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی تاریخ میں چھ، علامہ عینی رحمۃ اللہ نے شرح بخاری میں آٹھ، کسی نے سات، کسی نے پندرہ، کسی نے انتیس، کسی نے تیس نام گنائے ہیں۔لیکن صحیح یہ ہے کہ درمیان میں چالیس پشت ہے۔

اسی طرح ''روضۃ الاحباب'' کے حاشیہ میں ''ابن جوزی'' کی کتاب ''انساب'' سے نقل کیا گیا ہے کہ عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک صرف تیس پیڑھیاں ہیں۔لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔اس لئے کہ علامہ ''سہیلی'' نے ''روض الانف'' میں تحریر فرمایا ہے کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مابین جو زمانہ ہے وہ اتنا طویل ہے کہ اس میں کسی طرح چالیس پشت سے کم نہیں ہوسکتی۔یوں ہی علامہ طبری نے تحریر کیا ہے کہ بعض نسب دانوں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض علماءنسب نے معد سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس نام گنائے ہیں اور وہ اس کی تائید عرب کے اشعار سے کرتے ہیں اور اہل کتاب کی تحقیق بھی یہی ہے، علامہ موصوف ابو یعقوب نامی ایک نو مسلم یہودی تدمر کے باشندے کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک نسب نامہ ہے جو ارمیا پیغمبر علیہ السلام کے منشی کا تحریر کردہ ہے۔اس میں بھی عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس پشت ہے۔تو یہ کیسے باور کیا جائے کہ عدنان سے حضرت آدم علیہ السلام تک تیس ہی پشت ہے۔عدنان کے نسب نامہ میں اتنی کمی بیشی اس وجہ سے ہے کہ اہلِ عرب عدنان تک نسب علی الاتصال پہنچاتے تھے۔اور عدنان کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونا چونکہ امر مسلم تھا۔اس لئے عام طور پر اوپر جا کر مشہور مشہور نام گنا دینا کافی سمجھتے ہیں۔

عام نسب ناموں میں چونکہ عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک صرف آٹھ نو نام ہیں اور زمانہ بہت طویل ہے۔اسلئے بعض عیسائیوں نے اس سے انکار کیا ہے کہ جانِ کائنات ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف بیسیوں یورپین اور یہودی مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ قریش بلکہ تمام شمالی عرب وحجاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔چونکہ تمام آباء کرام کے احوال معلوم نہیں۔اس لئے صرف مشاہیر کے احوال قلم بند ہوں گے۔''وَمَا تَوفِیقِیٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَاِلَیہِ اُنِیبُ''۔

حضرت سیدنا شیث علیہ السلام کا مزار مبارک

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کے آثار

جودی پہاڑ جہاں طوفانِ نوح کے اختتام پر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی رکی
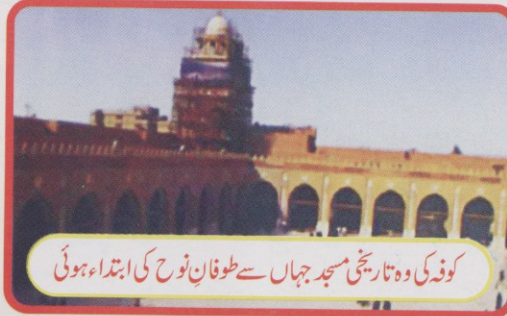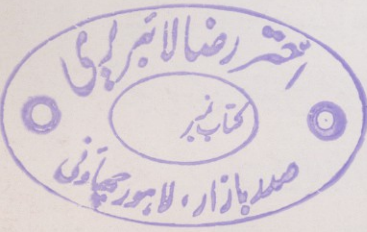
کوفہ کی وہ تاریخی مسجد جہاں سے طوفانِ نوح کی ابتداء ہوئی
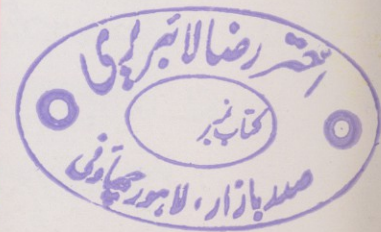
حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کا مزار مبارک

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی قبر مبارک

ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام

''مِلَّةَ اَبِيكُمُ اِبرٰهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبلُ'' (الحج:۷۸)

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت انہوں نے ہی پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے تین ہزار تین سو بتیس سال اور طوفان نوح علیہ السلام کے ایک ہزار دو سو پینتالیس سال بعد عراق عجم کے مشہور شہر بابل میں نمرود بن کنعان کی زبردست سلطنت قائم تھی۔ اس مغرور نے اپنی شاہانہ تمکنت کے زعم میں خدائی کا دعویٰ کردیا تھا۔ الہ العالمین نے اپنی خدائی میں شرکت کے مدعی کی سرکوبی کے لئے اپنے خلیل ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سے قبل نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ ایسا طلوع ہوا ہے جس کی تابش کے آگے شمس وقمر ماند پڑ گئے ہیں۔ اس نے اپنے دربار کے نجومیوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ تیری قلمرو میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کو برباد کرڈالے گا۔ اس تعبیر کے سننے کے بعد اس نے اپنی پوری حدود سلطنت میں حکم نافذ کردیا کہ تمام نومولود بچے قتل کردیئے جائیں اور لوگ عورتوں سے الگ رہیں۔ اور ایک محکمہ قائم کردیا جو اس کی دیکھ بھال کرے۔

قدرت ایزدی کہ جب ابراہیم علیہ السلام بطن مادر میں قرار پائے تو ان کی والدہ محترمہ کی عمر شریف کم تھی۔ ان کی طرف کسی کا ذہن نہ گیا حمل پہچانا نہ جاسکا۔ آپ کے والد محترم نے ایک تہ خانہ شہر کے باہر کھود رکھا تھا ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ اسی تہ خانے میں چلی گئیں۔ اللہ کا خلیل اسی تہ خانے میں اس ظلمت کدۂ عالم کو روشن کرنے کے لئے تشریف لایا۔ سلام اللہ علیہ وصلوتہ۔

وہ غار جس میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے یہ غار ترکی کے علاقہ عرفہ میں موجود ہے

مقام ابراہیم جہاں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان ثبت ہیں

بئر سبع میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کنواں

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی تہ خانہ میں رہتے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ روزانہ جا کر دودھ پلا آتیں اور تہ خانے کو پتھر سے بند کر دیتیں۔ آپ کی والدہ جب جاتیں تو آپ کو انگلی کا سرا چوستے پاتیں اور ملاحظہ کرتیں کہ انگلیوں سے دودھ جاری ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشوونما غیر معمولی تھی۔ عادتاً بچے سال بھر میں جتنا بڑھتے آپ ایک مہینہ میں بڑھتے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی ابتدائی ہستی سے معصوم اور عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اسی کے زیر اثر ایک دن آپ نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرا رب کون ہے؟ انہوں نے سمجھا پرورش کرنے والے کو پوچھتے ہیں۔ جواب دیا: میں۔ پھر حضرت ابراہیم نے پوچھا: اور تمہارا رب کون ہے؟ جواب دیا: تمہارے والد۔ پھر دریافت کیا: اور ان کا رب کون ہے؟ اب والدہ محترمہ لاجواب ہوگئیں۔ اس کا تذکرہ ان کے والد سے کیا اور بتایا کہ جس بچے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سب کا دین بدل دے گا وہ یہی ہے۔

''بابل'' میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ ستارہ پرستی کا رواج عام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد غیر اللہ کی پرستش کی بیخ کنی تھی۔ اس لئے ابتدا ہی سے آپ کے قلب پاک پر غیر اللہ کی الوہیت کے بطلان کے دلائل فائض ہونے لگے۔

تہ خانہ میں آپ نے کسی دن زہرہ یا مشتری کو چمکتے ہوئے ملاحظہ فرمایا قوم کے اعتقاد پر طنز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب یہ ستارہ ڈوب گیا تو فرمایا! میں ڈوبنے والوں سے رشتہ محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند نکلا اور اس کی چمک دمک دیکھی تو فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو فرمایا اگر میرا رب ہدایت نہ دیتا تو میں انہیں گمراہوں کے زمرے میں داخل ہوتا۔ پھر جب سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا (اچھا) یہ میرا رب ہے؟ یہ ان سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب ستارہ پرستوں کا یہ سب سے بڑا دیوتا بھی زرد ہو کر ڈوب گیا اور ان احمقوں کے پاس اب کوئی ایسا نہ رہا جسے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے۔ تو آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔ اے قوم میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں۔ میں نے سب سے اپنا منہ موڑ کر اس کی طرف پھیر لیا جس نے زمین و آسمان بنائے اور میں مشرک نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیان فرمودہ یہ وہ برہان قاطع ہے۔ جو ہزار ہا سال سے آج تک لاجواب ہے۔ آج کی فلسفی اور سائنسی دنیا کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام علی الاختلاف ۷ یا ۱۳ یا ۱۷ برس تہ خانہ میں رہے۔

تبلیغ توحید

تہ خانہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کا پرورش کنندہ چچا آزر بت تراش اور پوری قوم بت پرست اور ستارہ پرست ہے۔ دوسری طرف نمرود خدائی کا دعویٰ دار ہے۔ قوم کی اس گمراہی کو دیکھ کر خلیل اللہ کا دل تڑپ اٹھا۔ چچا آزر سے کہا: یہ کیا حماقت ہے کہ رب العالمین کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بتاتے ہو، اور قوم سے سوال کیا یہ کیسی مورتیاں ہیں جن کے آگے آسن جمائے رہتے ہو؟ ان سفہا کے قلوب میں ان مورتیوں کی الوہیت کا ڈھونگ ایسا رچا ہوا تھا کہ انہیں اس کا وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس سے منکر ہو سکے گا۔ جب اس مرد حق آگاہ کا سوال سنا تو بوکھلا گئے اور بولے ہم کچھ نہیں جانتے، ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے دیکھا ہے ہم بھی کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نعرۂ حق بلند فرمایا ''تم اور تمہارے بت پرست آباء واجداد سب گمراہ تھے'' قوم کی جرأت اور بڑھی پوچھا اے ابراہیم علیہ السلام تم واقعی بات کہتے ہو یا مذاق کرتے ہو؟ حضرت ابراہیم نے جواب دیا یہ مذاق نہیں واقعہ ہے۔ تم سب کا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔ جس نے انہیں بنایا ہے۔ اور میں اس پر گواہ ہوں۔

بُت شکنی

اہل بابل کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا۔ میلہ پر جانے سے پہلے یہ بتوں کو سنوارتے سجاتے اور ان کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے رکھ جاتے' دن بھر میلہ میں رنگ رلیاں مناتے اور واپسی پر ان کھانوں کو بطور پرشاد کھاتے۔ اتفاق کی بات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سابقہ گفتگو کے ایک دن بعد میلہ تھا' ان لوگوں نے کہا کہ کل عید ہے! تم بھی عیدی میلہ کی بہار دیکھنے چلو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور ''توریۃً'' فرمایا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

قوم علم نجوم کی بڑی معتقد تھی۔ اس نے سمجھا کہ شاید اسی علم سے انہیں اپنے بیمار ہونے کا علم ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ لوگ آپ کو چھوڑ کر میلہ میں چلے گئے۔ جب یہ لوگ میلہ میں جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ جاؤ میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔ اس کو کچھ لوگوں نے سن لیا۔

یہ لوگ تو میلہ میں عید منانے گئے اور اللہ کا خلیل چپکے سے طبر لے کر بت خانہ گیا بتوں کے سامنے عمدہ عمدہ کھانے دیکھ کر فرمایا: تم لوگ ان پرشادوں کو کھاتے کیوں نہیں؟ جب کچھ جواب نہ ملا تو فرمایا: ارے! تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں؟ جب ان بے جان مورتیوں کے منہ سے کوئی جواب نہیں نکلا تو جلال آ گیا۔ اور داہنے ہاتھ میں طبر لے کر ان سبھوں کو مار مار کر چور کر دیا۔ صرف بڑے بت کو باقی رکھا اور طبر اس کی گردن پر رکھ دیا۔

جب قوم کو اپنے معبودوں کی تباہی کا علم ہوا تو دوڑے ہوئے آئے اور پوچھنے لگے کہ کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ ظلم کیا۔ جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی سنی تھی بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام سے ان کی برائی کرتے سنا ہے۔ غالباً یہ اسی کی حرکت ہے۔ قوم نے کہا اس کو پکڑ کر سب کے سامنے لاؤ۔ جب لائے گئے قوم نے آپ سے پوچھا کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ آپ نے جواب دیا یہ حرکت ان کے بڑے کی ہے اگر بول سکے تو اس سے پوچھ لو اب قوم کی بولتی بند ہو گئی اور دل میں کہنے لگے سچی بات وہی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں ہمیں لوگ ظالم ہیں لیکن برسہا برس کی

گھٹی میں پلائی ہوئی بتوں کی عظمت نہ جاسکی دھاندلی سے بولے: کہ آپ تو جانتے ہیں کہ یہ بولتے نہیں۔ خلیل اللہ نے فوراً جواب دیا پھر تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ان ناتوانوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکیں نہ نقصان؟ تم پر اور تمہارے جھوٹے معبودوں پر تف ہو۔ تم لوگ کتنے بے سمجھ ہو، جب قوم ہر طرح سے عاجز ہوگئی تو (غالباً اسی وقت یا آگ میں ڈالنے کے) بعد نمرود سے شکایت کی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کر کے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ آپ نے جواب دیا جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ نمرود بولا میں بھی مارتا اور جلاتا ہوں۔ اس نے قید خانہ سے دو ملزموں کو بلایا اور ایک کو قتل کرا دیا۔ دوسرے کو چھوڑ دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بولا دیکھو میں بھی مارتا جلاتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بے وقوفی دیکھ کر اس سے واضح حجت پیش فرمائی اور فرمایا میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو ذرا مغرب سے نکال دے۔ اب نمرود کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔

آتش کدہ نمرود

فیض جلیل خلیل سے پوچھو آگ میں باغ لگاتے یہ ہیں

(اعلحضرت علیہ الرحمۃ)

اہل بابل میں حق قبول کرنے کی استعداد ہوتی تو ان مناظروں میں ساکت و عاجز ہو جانے اور اپنے دیوتاؤں کی بے چارگی، بربادی کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یقیناً قبول کر لیتے۔ لیکن وہ بدنصیب اپنی ذاتی طاقت اور نمرود کی سلطنت کی آڑ لیتے ہوئے اپنی ان ناکامیوں اور بتوں کی بربادیوں کا بدلہ لینے کے لئے اس پر آمادہ ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلا کر ہمیشہ کے لئے اس نعرہ حق کو خاموش کر دیا جائے۔

چنانچہ نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''کوثی'' میں قید کر دیا گیا اور تیس گز لمبا بیس گز چوڑا سنگین دیواروں کا آتش کدہ تعمیر ہوا۔ آتش کدہ کو لکڑیوں سے بھر کر آگ لگا دی گئی ایک مہینہ تک بھڑکائی گئی۔ جب اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو اللہ کے خلیل کو گوپھن سے اس میں ڈال دیا گیا۔

روح الامین نے سدرہ سے دیکھا کہ اللہ کے خلیل کے پائے استقامت میں لغزش اور دل میں ہراس کیا معنی؟ زبان پر حرف التجاء تک بھی نہیں آیا۔ ان سے نہ دیکھا گیا۔ حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کوئی ضرورت ہے؟ فرمایا: ہاں ہے۔ لیکن تم سے نہیں، جبریل نے عرض کیا تو جس سے ہے اسی سے عرض کیجئے فرمایا: علمه بحالی کفانی عن سوالی ۔ وہ حال جانتا ہے، دعا کی حاجت نہیں۔ اپنا پیغام پہنچانے کے جرم میں آگ میں جانے والے کو دیکھ کر اس قادر قیوم نے حکم فرمایا: يَانَارُ كُونِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء:۶۹) اے آگ! خبردار ابراہیم علیہ السلام کا بال بیکا نہ ہو ٹھنڈی ہو جاؤ اور ان کے لئے سلامتی کا سامان بن جا۔

قدرت خداوندی کا کتنا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہی شعلے جس کے پاس کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔ پرندے پر نہیں مار سکتے تھے۔ دفعتاً سرد ہو گئے بندشیں جل گئیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آنچ بھی نہیں آئی۔

اہل بابل پر حجت الٰہیہ تمام ہو چکی تھی۔ قوم نے حق قبول کرنے کے بجائے آواز حق بلند کرنے والے کو نیست و نابود کرنے کی امکانی کوشش ختم کر لی تو اب وقت آ گیا کہ صفحہ ارض کو ان کے وجود سے پاک کیا جائے۔ لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کا حکم ہوا، آپ اپنے چچازاد بھائی لوط علیہ السلام بن ہاران کو لیکر شام چلے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ''فلسطین'' میں اور حضرت لوط علیہ السلام ''موتفکہ'' میں آباد ہوئے۔

نمرود اور قوم نمرود کی بربادی

اللہ عزوجل نے نمرود اور اہل بابل پر عذاب نازل فرمایا، مچھروں کی ایک فوج آئی۔ پوری قوم کے خون کے ساتھ گوشت بھی چٹ کر گئی، ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا۔ اس کے مغز کو چاٹ کر ہلاک کر دیا۔ اور اللہ کے خلیل کو آگ میں ڈالنے والی قوم کا نام صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ کوئی ان پر آنسو بہانے والا تک نہ رہا۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (الدخان:۲۹) نہ ان پر آسمان رویا نہ ان پر زمین روئی۔

عراق کے شہر اُور میں موجود نمرود کے محل کے کھنڈرات سامنے نمرود بادشاہ کا محل بھی نظر آ رہا ہے

نمرود کا قلعہ

مصر کا سفر

بابل سے آنے کے بعد ایک مدت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام شام میں رہے۔ اتفاقاً شام میں ایک بار قحط پڑا۔ غلہ لینے کے لئے مصر گئے (۱)۔ ساتھ میں آپ کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام بھی تھیں وہ آپ کے چچا کی لڑکی تھیں (۲) ان سے آپ نے نکاح کرلیا تھا ان دنوں مصر پر اول فراعنہ (۳) حکمران تھا۔ اس ظالم کی عادت تھی کہ شادی شدہ عورتوں کو جبراً لے لیا کرتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر پہنچے تو کسی نے فرعون مصر کو اطلاع دی کہ ایک صاحب مصر میں آئے ہیں۔ ان کے ہمراہ ایک حسین ترین عورت ہے فرعون مصر نے بلوا کر پوچھا تمہارے ساتھ کون عورت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ میری بہن ہے۔ آپ نے واپس آکر حضرت سارہ سلام اللہ علیہا سے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اس تاویل سے کہ اس سرزمین پر سوائے ہم دونوں کے اور کوئی مسلمان نہیں۔ تمہیں بہن بتایا تم سے اگر پوچھے تو اس کے خلاف مت کہنا۔

اس پر بھوت سوار تھا' اس کے باوجود کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو بہن بتایا تھا' اس نے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو بلایا۔ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا ادھر گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ناموس کو معرضِ خطر میں دیکھ کر وضو کیا اور نماز شروع کردی۔

---

(۱) عینی جلد ۶ ص ۲۷ (۲) لمعات (۳) اس کے نام کے بارے میں اختلاف کثیر ہے۔ کسی نے سنان بن علوان' کسی نے عمرو بن امراء القیس، کسی نے سفیان بن علوان بن قتیہ صادوف لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ اردن میں پیش آیا۔ عینی جلد ۶ ص ۱۷۔

حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو دیکھ کر اس خبیث نے دست درازی کرنی چاہی، قدرت ایزدی سے اس کا گھلا گھٹ گیا اور زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ جب جان جاتی دیکھی تو اس نے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا سے کہا کہ دعا کرو میں ٹھیک ہو جاؤں اب تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے یہ دعا کی۔(۱)

اللّٰھم ان کنت تعلم انی اٰمنت بک وبرسولک واحصنت فرجی الاعلیٰ زوجی فلا تسلط علیّ الکافر اللّٰھم ان یمت فیقال ھی قتلتہ۔

ترجمہ: اے معبود اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے ناموس کو محفوظ رکھا ہے۔ تو اس کافر کو مجھ پر قابو مت دے اے معبود اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے اسی نے قتل کیا ہے۔

دعا کرتے ہی وہ ٹھیک ہو گیا۔ ٹھیک ہونے کے بعد پھر نیت بگڑی اور ہاتھ بڑھایا۔ پھر وہی درگت ہوئی۔ پھر حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کی دعا سے ٹھیک ہو گیا۔ پھر نہیں مانا۔ تیسری بار ہاتھ بڑھایا تو پہلے سے سخت درگت ہوئی۔ پھر دعا کی التجا کی۔ دعا کے بعد ٹھیک ہو گیا۔

بار بار کے تجربے سے سمجھ چکا تھا کہ اس عفیفہ کی پشت پر کوئی غیبی قوت ہے اب ہمت نہ ہوئی۔ دربان سے بلا کر کہا: کہ تم بجائے انسان کے شیطان کو لائے ہو (معاذ اللہ) اسے میرے ملک سے نکال دو (۲) اور اس کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو دے دو (۳) حضرت سارہ سلام اللہ علیہا، ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ عرض کیا: اللہ نے بدکار کا مکر اسی کے منہ پر دے مارا۔ اس نے ایک باندی خدمت کے لئے دی ہے۔

---

(۱) بخاری کتاب البیوع۔ (۲) عینی جلد ۲ ص ۳۵۴۔ (۳) بخاری کتاب البیوع۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

مسجد ابراہیمی جہاں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام مدفون ہیں یہ اسرائیل کے شہر حبرون میں موجود ہے

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبر مبارک (حبرون، اسرائیل)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

''فَبَشَّرۡنَاهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ'' (الصّٰٓفّٰت:۱۰۱)

پس ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر شام واپس آئے۔ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔

حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا اصل میں کسی قبطی بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ جسے فرعون مصر نے قید کر کے باندی بنالیا تھا۔ لیکن قسمت میں دین و دنیا کی ملکہ ہونا لکھا تھا۔ اس لئے قدرت نے انہیں اپنے خلیل کی خدمت میں بھیج دیا۔ کچھ دنوں میں اللہ عزوجل نے حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی آغوش حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پُر کی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اگرچہ شام میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن قدرت نے انہیں کوئی اور ہی بستی بسانے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو امید تھی کہ خدا انہیں کوئی اولاد دے گا جو نور محمدی ﷺ سے سرفراز ہوگی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیشانی میں اس نور کی تابش دیکھ کر حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو رشک ہوا۔ اور یہ رشک اس حد تک پہنچا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو میری نظروں سے اوجھل کیجئے اور کسی ایسی جگہ چھوڑ آیئے جہاں آب ودانہ نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام منجانب اللہ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کی دل جوئی کے لئے مامور تھے۔ اس لئے ان کی خواہش رد نہ کر سکے۔ ادھر وحی آئی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ماں کو اس سرزمین میں چھوڑ آیئے جسے میں نے قبلۂ توحید بنانے کے لئے روز ازل ہی سے چن لیا ہے۔

ماں بیٹے اور وادی غیر ذی زرع

''رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ'' (ابراهیم: ۳۷)

ترجمہ: اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد نا قابل کاشت میدان میں بسائی ہے ترے عزت والے گھر کے پاس تا کہ یہ لوگ نماز پڑھیں۔

حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کی خواہش کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام ماں اور دودھ پیتے بچے کو براق پر سوار کر کے لے چلے اور جہاں اب کعبہ ہے وہاں لائے زمزم کے پاس ایک اونچے درخت کے نیچے لے جا کر اتارا ایک توشے دان میں کھجوریں اور ایک مشک پانی رکھ کر پلٹے۔

اس وقت وہاں ببول وغیرہ کا جنگل تھا نہ آبادی تھی نہ پانی کے لئے کنواں یا چشمہ وغیرہ تھا۔ اس سنسان میدان میں اکیلے چھوڑ کر اپنے سر تاج کو واپس ہوتے ہوئے دیکھ کر حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا بیتاب ہوگئیں۔ پوچھا: اس چٹیل میدان میں کس کے سہارے چھوڑے جاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب نہ دیا اور نہ مڑ کر دیکھا۔ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے بار بار پوچھا: جب کچھ جواب نہ ملا تو عرض کیا: کیا آپ کو خدا نے اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! اب اطمینان ہوا۔ بولیں ایسا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، ہماری حفاظت کرے گا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے پہاڑ کی گھاٹی کے قریب پہنچے تو اکلوتے بیٹے کی بے کسی پر شفقت پدری جوش میں آئی کعبہ کے نشانات کی طرف منہ کر کے یہ رقت انگیز دعا کی:

''رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھۡوِیۡٓ اِلَیۡھِمۡ وَارۡزُقۡھُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ'' (ابراهیم: ۳۷)

''اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نا قابل کاشت میدان میں ترے عزت والے گھر کے پاس چھوڑا'' اے ہمارے رب اس لئے کہ یہ نماز پڑھیں کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق دے۔ مجھے امید ہے کہ یہ لوگ تیرا احسان مانیں گے۔

بیر زمزم کا ابلنا

حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کھجوریں کھاتیں اور جب تک مشک میں پانی تھا پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو سخت پریشان ہوئیں یہاں تک کہ پیاس کی زیادتی سے وہ وقت بھی آن پہنچا کہ دودھ خشک ہو گیا اور بچے کی جان پر آبنی۔ شدت کرب سے بچہ تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ مامتا کی ماری ماں سے یہ جانکاہ منظر دیکھا نہ گیا۔ بے تحاشا اٹھیں قریب ترین پہاڑ صفا تھا اس پر چڑھ کے درمیانی میدان پر نظر دوڑائی کہ شاید کوئی مددگار ہو۔ لیکن وہاں کون تھا؟

نیچے اتریں جب نشیب میں پہنچیں تو کپڑے سمیٹ کر نالہ پار کر کے موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا لختِ جگر کے پاس جا کر ایک نظر ڈالی۔ پھر مروہ پر چڑھیں وہاں سے بھی نظر دوڑائی کہ شاید کوئی کہیں ہو۔ بظاہر مایوس ہو کر پھر نیچے آئیں اور اسی طرح دوڑ کر وادی پار کی اور بچے کے پاس جا کر ایک نظر ڈالی اور پھر صفا پر گئیں۔ اسی طرح سات پھیرے لگائے۔ ساتویں بار جب بچے کے پاس آئیں تو دیکھا بچہ جاں بلب ہے۔ اب کی بار مروہ پر پہنچیں تو انہیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کہیں سے کوئی آواز آرہی ہے۔ چونک گئیں اور ہمہ تن متوجہ ہو کر آواز پر کان رکھا۔ اب آواز صاف سنائی دی۔ کوئی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس کھڑا ہے۔ اور آواز دے رہا ہے۔ ڈھارس بندھی بولیں: اے غمگسار تیری آواز میں نے سنی کیا تیرے پاس مجھ دکھیاری کی چارہ سازی کا کچھ سامان ہے؟ یہ جبرئیل امیں علیہ السلام تھے، اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے زمین پھٹ گئی اور چشمہ ابل پڑا اس ڈر سے کہ کہیں پانی بہہ کر ضائع نہ ہو جائے ارد گرد سے دھول اٹھا کر کے حوض کی طرح بناتی جاتیں اور کہتی جاتیں۔ جم جم (تھم تھم) اور کچھ پانی چلو سے مشک میں بھر لیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں تو وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے پانی پیا بچہ کو پلایا جس سے ان دونوں کی بھوک و پیاس زائل ہو گئی۔ آب زمزم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ کھانے پینے دونوں کے بجائے کام دیتا ہے۔

صفا و مروہ کا فضائی منظر یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں اماں ہاجرہ رضی اللہ عنہا ننھے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی پیاس کی وجہ سے پانی کی تلاش میں دوڑتی رہیں کبھی صفا جاتیں کبھی مروہ
پھر اسی جگہ۔ جہاں حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پر مارا اور زم زم کا پانی جاری ہوگیا

جدید صفا و مروہ

وہ جگہ۔ جہاں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی پر
حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے لٹایا تھا

حطیم وہ جگہ۔ جہاں حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام
اپنی والدہ کے ساتھ مدفون ہیں
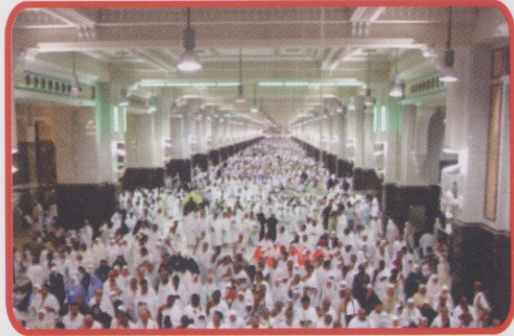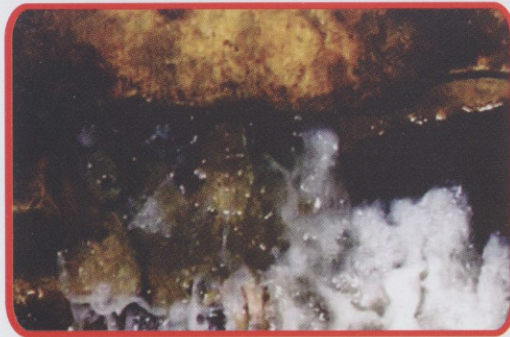
زم زم وہ پانی ہے۔ جو کہ
حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کیلئے جاری ہوا

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں پانی ختم نہ ہوگا۔ یہ بچہ اور اس کے باپ یہاں اللہ کے گھر کی تعمیر کریں گے۔ یہاں کے باشندوں کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔

بنی جُرہم کی آمد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس چٹیل میدان میں اپنے اہل کو چھوڑا تھا اس کے قریب ہی یمن کا ایک قبیلہ جُرہم آباد تھا۔ ان کی ایک جماعت شام کو جاتے ہوئے اس میدان کے زیریں حصے میں اتری انہوں نے بطن وادی میں پرندوں کو چکر کاٹتے ہوئے دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہاں پانی ہے۔ خبر لانے کے لئے کچھ آدمیوں کو بھیجا تصدیق کے بعد حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اجازت کے بعد وہیں آباد ہو گئے۔ لیکن حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے چاہِ زمزم شریف کو اپنی ہی ملکیت میں رکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دستور تھا کہ ہر ماہ براق پر سوار ہو کر حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی دیکھ بھال کے لئے آیا کرتے، زمین ان کے لئے سمیت دی جاتی تھی، صبح کو فلسطین سے چلتے اور مکہ آکر ان لوگوں سے مل کر واپس ہوتے۔ اور قیلولہ کے وقت پھر فلسطین واپس پہنچ جاتے۔

شادی

قدرت نے بنی جرہم کو بھیج کر غیب سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی موانست کا مستقل سامان پیدا کر دیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انہیں میں پلے بڑھے اور انہیں سے عربی زبان سیکھی، عربی زبان کی ایجاد کا سہرا اسی قبیلہ کے جد اعلیٰ جرہم اور اس کے بھائی قطور کے سر ہے اس وقت اس قبیلہ کا سردار مضاض بن عمرو تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب شادی کے قابل ہو گئے تو مضاض کی لڑکی سے شادی کر لی۔

جنگلی جانوروں کے شکار اور زمزم کے پانی پر گزران تھی۔ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مویشی چراتے تھے تیر وکمان بھی ساتھ رکھتے تھے کوئی شکار مل جاتا تو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی قبیلہ میں دو شادیاں کیں۔ پہلی عورت کچھ ناشکری تھی۔ اپنے باپ کے حکم سے اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لی جو پہلے کے برخلاف سلیقہ مند شکر گزار تھی۔ اس کی سلیقہ مندی سے خوش ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے برقرار رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس کی تفصیل بخاری وغیرہ میں یہ ہے کہ ایک بار حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اہلیہ سے پوچھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کی زندگی کیسے گزرتی ہے؟ اس نے کہا کہ ہم بری حالت میں ہیں تنگی اور شدت میں ہیں فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی آیا تھا؟ ان کی زوجہ نے بتایا کہ ہاں! ایک بزرگ ایسے ایسے آئے تھے۔ ہماری ان کی یہ بات چیت ہوئی اور وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بتایا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو الگ کر دوں تم اپنے اہل میں چلی جاؤ اور اسے طلاق دے دی۔

پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی جرہم ہی میں دوسری شادی کی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے۔ اس وقت بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام موجود نہیں تھے ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا شکار کرنے گئے ہیں۔ دریافت فرمایا تم لوگ کیسے ہو؟ اور کیسے زندگی گزر رہی ہے اس نے عرض کیا ہم بہت اچھی طرح ہیں اور کشائش میں ہیں۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا سواری سے اتریئے کچھ کھا پی لیجئے۔ دریافت فرمایا تمہارا کیا کھانا پینا ہے؟ بتایا گوشت

اور پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ! انہیں گوشت میں برکت دے اور پانی میں۔ فرمایا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان کو سلام کہنا اور ان سے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے کچھ خوشبو محسوس کی۔ پوچھا کوئی آیا تھا۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ ہاں! ایک بزرگ بہت شاندار تشریف لائے تھے۔ آپ کے بارے میں انہوں نے پوچھا۔ پھر اس نے ساری گفتگو سنادی۔ دریافت فرمایا کچھ حکم دے گئے ہیں؟ اس نے بتایا آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ فرمایا یہ میرے والد صاحب تھے اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم کو اپنی زوجیت میں باقی رکھوں (بخاری شریف ج ا ص ۴۷۵-۴۷۶)

انقیاد و ایثار کا عظیم امتحان

''یٰاِبْرٰاهِیْمُ قَدْصَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ'' (الصّٰفّٰت: ۱۰۵)

''اے ابراہیم علیہ السلام تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں''۔

حرم الٰہی کی تعمیر ہونے والی تھی۔ اس کی پاسبانی کے لئے ایک ایسے ایثار پسند انسان کی حاجت تھی جو اپنے فرض کی ادائیگی میں جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ قدرت کو خوب معلوم تھا کہ کون ہے لیکن دنیا والوں کو بھی اس کا جذبۂ قربانی تسلیم کرانے کے لئے امتحان گاہ میں لانے کی ضرورت تھی۔

اس لئے جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پندرہ سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بڑھاپے کی اکلوتی اولاد جو تمہاری یادگار ہے میرے نام پر قربان کرو۔ اقلیم تسلیم و رضا کا شہنشاہ فرمانِ ایزدی اپنے نوجوان لختِ جگر کو سناتا ہے۔

''یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی'' (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

''بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بولو تم کیا کہتے ہو''۔

پیکرِ ایثار و صبر عرض کرتا ہے۔

''یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ'' (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

''اے باپ تعمیل حکم کیجئے ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری لی۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر منیٰ میں آئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ماتھے کے بل لٹایا' قدرت کی بے نیازی کا اس سے بڑھ کر حیرت انگیز منظر دنیا نے کم دیکھا ہوگا۔ ایک طرف نوے سال کا بوڑھا باپ اپنے ہاتھ میں چھری لئے اس نورِ نظر کو ذبح کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے جو تنہا وارث نبوت و حکمت تھا۔ دوسری طرف ماں باپ کے لاڈو پیار کا خوگر نوجوان باپ کے قاتلانہ اقدام کو دیکھ کر بھی اطمینان سے سر نیاز جھکائے ہوئے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر پوری قوت سے چلائی' ارض و سماء دشت و جبل لرز اٹھے ملائکہ معصومین کانپ گئے۔ لیکن باپ بیٹے کے پائے استقلال میں ادنیٰ سی لرزش بھی نہ ہوئی۔

آخر امتحان لینے والے کو رحم آ گیا۔ اس نے اس محیر العقول ایثار کو قبول کرتے ہوئے پکارا۔

''یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ☆ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ''

(الصّٰفّٰت:۱۰۵،۱۰۶) ''اے ابراہیم علیہ السلام تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان امتحان تھا''

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بجائے جنت سے ایک جانور (بکری یا مینڈھا) آیا اس کی قربانی ہوئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے سے بچ گئے۔ لیکن ان کے ایثار و اخلاص کی یادگار میں ان کے پیروکاروں پر قیامت تک رسمِ قربانی واجب کر دی۔ ''وَتَرَكۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ'' (الصّٰفّٰت:۱۰۸)

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
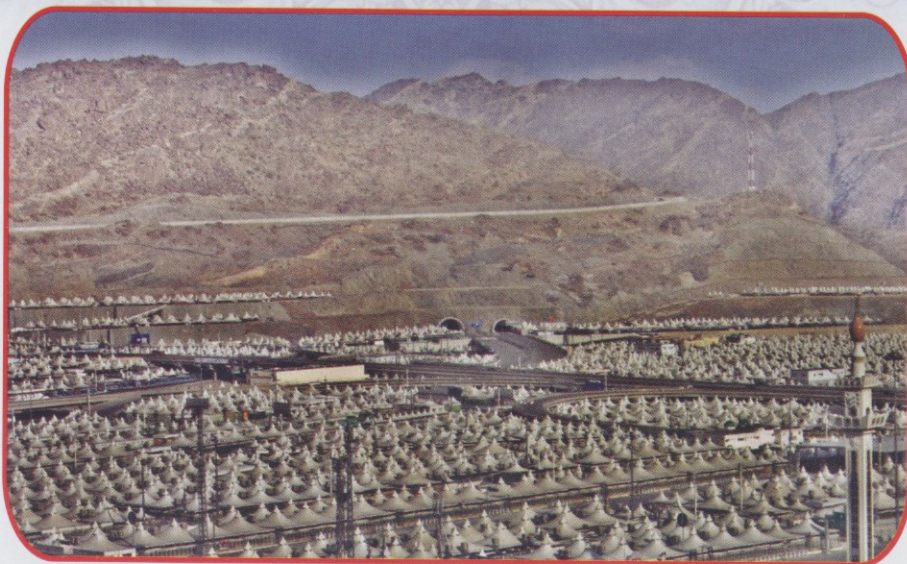
منیٰ کا حسین منظر
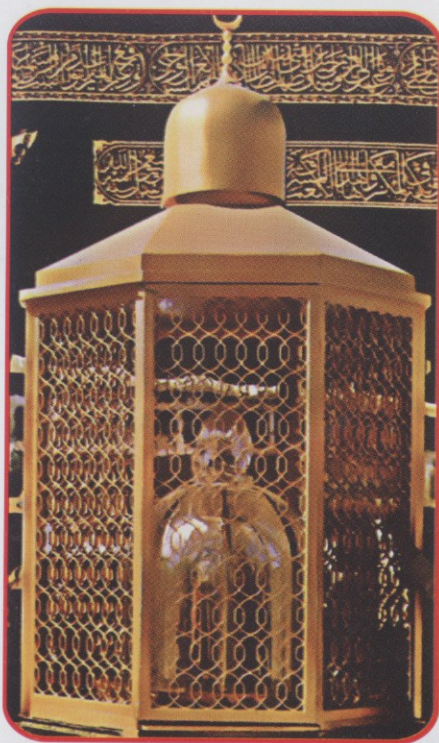
مقامِ ابراہیم
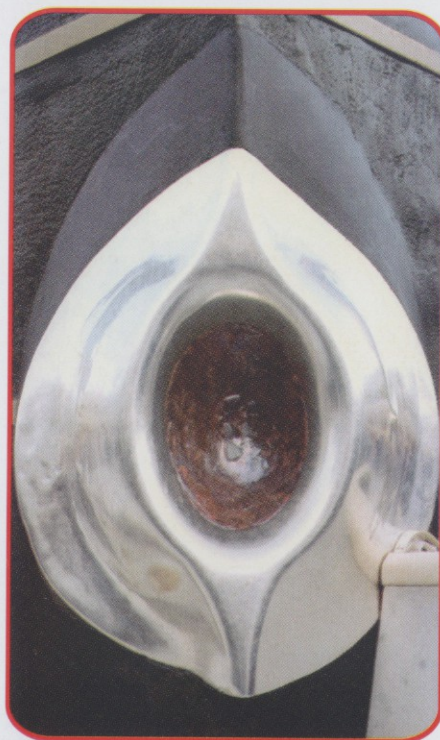
حجرِ اسود

مرکزِ توحید کی تعمیر

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(البقرۃ:۱۲۷) ''یاد کرو جب ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی کرسی بلند کررہے تھے۔ اے ہمارے رب! ہماری جانب سے قبول کرنا۔ بیشک تو سنتا اور جانتا ہے''۔

امتحان ہوچکا تو اب وقت آن پہنچا کہ امتحان میں کامیاب ہونے والے کو اس کا منصب عطا کیا جائے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے انتقال کے بعد حسب دستور ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تیر درست کررہے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پدر بزرگوار کو دیکھا تو بڑھے اور مصافحہ و معانقہ و دست بوسی کی (۱) عینی، جلد ۷۔

کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ طوفانِ نوح میں وہ عمارت اٹھالی گئی، سرخ ٹیلے کی شکل میں اس کے نشانات باقی رہ گئے تھے، اس ٹیلے کی جانب اشارہ کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس جگہ اپنا گھر بنانے کا حکم دیا ہے کیا تم میری مدد کروگے؟ سعادت مند بیٹے نے جواب دیا۔ بسروچشم، باپ بیٹے نے مل کر اول خانۂ الٰہی کعبہ کی بنیاد ڈالی، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار چنتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو ایک اونچے پتھر پر کھڑے ہوکر کام کرنے لگے۔ یہ پتھر آج تک بطور یادگار کے ''مقام ابراہیم'' کے نام سے وہاں رکھا ہوا ہے۔ جس پر مٹتے مٹاتے آج بھی نشانِ قدم موجود ہیں۔

جب عمارت تیار ہوگئی تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا ایک اچھا پتھر تلاش کرکے لاؤ۔ یہاں لگادوں جس سے لوگ طواف کا شمار کرسکیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ماندگی کا عذر کیا، مگر قبول نہ ہوا، مجبوراً جانا پڑا، پتھر تلاش کرکے لائے تو دیکھا کہ وہاں حجر اسود نصب ہے۔ پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟

فرمایا وہ دے گیا ہے جو تیرے سہارے نہیں۔

حجر اسود کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا تھا پہلے وہ سفید وشفاف تھا' بوسہ دینے والوں کے گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہو گیا۔

جب باپ بیٹے یہ چوکور خانۂ توحید تیار کر چکے تو رقتِ قلب کے ساتھ یہ دعائیں کیں:

'' رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ص وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ☆ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ''

(سورۃ البقرہ: ۱۲۹۔۱۲۷)

'' اے رب ہماری طرف سے قبول فرما' تو سنتا اور جانتا ہے۔ اے رب ہم دونوں کو فرماں بردار رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو فرمانبردار بنا اور ہمیں عبادت کے قاعدے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ اور ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتوں کو تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ اور معصیت سے پاک کرے تو غالب حکمت والا ہے''۔

یہ عمارت بغیر چھت کے تھی۔ ایک دروازہ تھا لیکن اس میں کواڑ چوکھٹ بازو وغیرہ نہ تھے۔ دروازہ کے پاس ایک گڈھا تھا جس میں نذرانے کی رقم جمع ہوتی۔ اس عمارت کا طول وعرض یہ تھا۔

بلندی ۹/ گز' طول رکن شامی سے حجرِ اسود تک ۳۲/ گز۔ عرض رکن شامی سے غربی تک ۲۲/ گز۔

وصال

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی عمر ۱۳۷/ سال کی ہوئی (پیدائش۔۲۵۔۱)

یہ عرب' حجاز' یمن' حضرت موت' کے نبی تھے۔ ان کو بارہ فرزند عطا ہوئے جن کے نام آگے آتے ہیں۔ ایک صاحبزادی کا پتہ چلتا ہے۔ جو عیسو بن اسحاق سے بیاہی گئیں۔

پہلے ان کی والدہ کا وصال ہوا۔ اور آج جہاں مطاف ہے وہاں مدفون ہوئیں۔ بعد میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا وصال ہوا یہ بھی ماں کے پہلو میں مدفون ہوئے ایک قول کی بنا پر ان کی قبریں حطیم میں ہیں۔

اہل کتاب کی ہفوات کا رد

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اہل عرب کی روایات سے ماخوذ ہے۔ کلمات الٰہیہ میں تحریف کے پرانے عادی اہل کتاب نے جوش تعصب میں سرے سے ان تمام حقائق کا انکار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نہ تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے اور نہ اہلِ عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور نہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہوئے۔ اور نہ مقام ذبح مکہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فلسطین کے جنوبی صحرا میں آباد ہوئے اور ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور مقام ذبح شام ہے۔

اس انکار سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بانی اسلام جان کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کا نسلِ ابراہیم علیہ السلام سے اور ملت اسلام کا ملتِ ابراہیمی ہونا ثابت نہ ہو سکے۔

ہم ان تمام مختلف فیہ مسائل پر الگ الگ بحث کرنے سے پہلے ناظرین کی توجہ فن تاریخ کی اصل کلی کی جانب مائل کرنا چاہتے ہیں جس کی صحت میں کسی ماہر تاریخ کو انکار نہیں ہو سکتا، اور جو تاریخ کی بنیاد ہے۔

۱۔ تاریخ کی تدوین سے قبل جو قومیں گزر چکی ہیں ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے صرف دو ہی ذریعے ہیں۔ ایک تو زبانی روایات، دوسرے علم آثار۔

اگر زبانی روایات متعارض ہوں تو ترجیح اسی روایت کو حاصل ہوگی جس کی تائید علم آثار سے ہوتی ہے۔

۲۔ ہر اجنبی کے حسب ونسب اور آباء واجداد کے وطن کے بارے میں اس کا قول بہ نسبت دوسروں کے مقبول ہوتا ہے۔ جب تک کہ دوسرا اس کی تردید ناقابل انکار دلائل سے نہ کر دے۔

یہاں امور متنازع فیہ چار ہیں۔

۱۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے کہ نہیں؟

۲۔ عرب ان کی اولاد ہیں کہ نہیں؟

۳۔ ذبیح یہ تھے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام؟

۴۔ مقام ذبح عرب تھا کہ شام؟

ان میں دو پہلی باتیں اہلِ عرب کے حسب ونسب اور مورث اعلیٰ کے وطن سے متعلق ہیں اہل عرب بتاتے ہیں کہ ہم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کا وطن مکہ تھا اس کی تردید میں بنی اسرائیل کے پاس سنے سنائے افسانوں کے سوا کچھ نہیں۔ لہذا اپنے حسب ونسب اور اپنے مورث اعلیٰ کے وطن کے بارے میں اہل عرب جو کچھ کہتے ہیں ماننا پڑے گا۔

اسی طرح چاروں امور میں بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کی روایتیں متعارض ہیں۔ لہذا غیر جانبدارانہ صورت پر ترجیح انہیں روایات کو دی جائے گی جن کی تائید آثار سے ہوتی ہو۔

آگے چل کر ہم بتائیں گے کہ علم الآثار کی ساری تائیدات بنی اسمٰعیل ہی کو حاصل ہیں لہذا ایک منصف مجبور ہے کہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں بنی اسمٰعیل کی روایات کو صحیح مانے۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تحریف کے بعد بھی اہل کتاب کے صحائف میں ضمنی طور پر ایسی باتیں موجود ہیں جن سے اہل عرب ہی کی تائید ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم الآثار کی تائیدات بھی نقل کرتے جائینگے۔

پہلا مسئلہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہاں آباد ہوئے

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام فاران کے بیابان میں رہے (سفر پیدائش باب ۲۱)

''معجم البلدان'' میں تصریح ہے کہ عرب کے جغرافیہ دانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام نہیں بلکہ فلسطین کے جنوب میں جو صحرا واقع ہے اس کا نام ہے۔

عیسائی اس صحرا کے باشندے نہیں اور عرب والے عرب کے باشندے ہیں۔ اہل وطن کی شہادت دشت وجبل کے نام کے بارے میں دوسروں کے مقابلے میں یقیناً قابل ترجیح ہوگی لہذا اس میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا کہ فاران عرب کے پہاڑ کا نام ہے۔ رہ گیا اس صحرا کا نام فاران ہے یا نہیں۔ اس کے بارے میں وہاں کے باشندوں کی کوئی شہادت نہیں۔ صرف غیروں کا دعویٰ ہے اور اس میں بہت کچھ بحث کی گنجائش ہے۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے یہ بارہ بیٹے تھے نبیت۔ قدار۔ اوئبیل۔ مبسام۔ سمعاء۔ دومہ۔ مشا۔ حدد۔ تیما۔ طور۔ نفیس۔ قدحہ (پیدائش ۲۵۔۱۳)

توراۃ میں یہ بھی ہے کہ یہ سب اپنی قوم کے رئیس تھے۔ اور انہوں نے اپنی بستیوں اور قلعوں کے نام اپنے ناموں پر رکھے تھے۔ یہ نزولِ توراۃ کے زمانے کی بات ہے۔ امتدادِ زمانہ سے کتنی بستیاں ناپید ہوگئیں، کتنے نام ردوبدل کا شکار ہوگئے لیکن تلاش وتتبع کے بعد عرب کی متعدد بستیاں ان ناموں کے ساتھ بہت کچھ مناسبت رکھتی ہیں۔

''نبیت'' ینبوع کے متصل ایک بستی کا نام ہے۔

''الخصیر'' نبیت کے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک شہر کا نام ہے' ظن غالب ہے کہ یہ نام ''قدار'' کی تصغیر ''القدیر'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

''مبسام'' کے آثار ''نجد'' میں ہیں۔

''دومہ'' شام اور مدینہ کے مابین ایک مشہور بستی ہے۔ عہد رسالت میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور ''دومۃ الجندل'' کے نام سے مشہور تھی۔

''مسا'' یمن میں اس نام کے مناسب ''موسیٰ'' نام کی بستی موجود ہے۔

''حدد'' جنوبی عرب میں حدیدہ نام کا شہر موجود ہے۔ بنو حدد ایک قبیلہ کا نام بھی ہے۔

''تیما'' فدک کے قریب خیبر کے راستہ میں ''تیما'' نام کی بستی اب تک موجود ہے۔

''قدمہ'' مسعودی نے قوم قدمان کو بنی اسمٰعیل میں بتایا ہے یہ لوگ ''یمن'' میں رہتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ

قربانی کس کی ہوئی؟

یہ مسئلہ بھی اہل کتاب اور اہل اسلام میں بڑا ہی معرکۃ الآراء ہے کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے۔ اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے ہوا تھا۔ اور جمہور اہل اسلام اس کے قائل ہیں کہ یہ حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ہوا تھا۔ البتہ بعض مفسرین قلت تتبع کی بنا پر اس کے قائل ہیں کہ قربانی کا حکم حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے تھا اس لئے ہم اس بحث کے دو حصے کرتے ہیں۔ ایک حصہ میں روئے سخن اہل کتاب سے ہوگا۔ دوسری میں اہل اسلام ہے۔

بحث اول

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہود کی خرد برد کی بنا پر تورات کے مصرحات سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ قربانی کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے تھا لیکن توراۃ کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر واضح ہو جائے گا کہ یہ حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے لئے تھا نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے۔

۱۔ تورات میں ایک جگہ مذکور ہے کہ قربانی اسی انسان یا جانور کی ہوتی تھی جو پہلوٹا ہوتا۔ الفاظ یہ ہیں:

لان لی کل بکر فی بنی اسرائیل من الناس والبهائم (عدد ۸۔۱۷)

''اس لئے کہ میرے لئے بنی اسرائیل میں ہر پہلا بچہ ہے انسانوں کا اور چوپاؤں کا''

یہ حکم بنی اسرائیل کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ تمام شرائع سابقہ میں یہی حکم تھا اسی بنا پر ہابیل نے جس مینڈھے کی قربانی کی تھی وہ بھی پہلوٹا تھا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تھا اس کے بارے میں تصریح تھی کہ وہ اکلوتا ہو اور محبوب ہو۔ (توراۃ تکوین۔ اصحاح ۲۲۔ آیت ۱۲)

۳۔ توریت کے احکام کی رو سے جو بیٹا پہلوٹا ہوتا وہ بہر حال افضل ہوتا خواہ وہ اس بیوی سے ہو جو کمتر درجہ کی ہو۔ فانه اول قدرته وله حق البكورية (سفر تثنیہ اصحاح ۱۲۔ آیت ۱۵۔۱۷)

''اس لئے کہ وہ اس کی پہلی قدرت ہے اور اس کو حق تقدم حاصل ہے''

۴۔ انسان کی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ پہلوٹے بیٹے خصوصاً اکلوتے سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ اولاد جو برسہا برس کی بظاہر مایوسی کے بعد ہزاروں دعاؤں التجاؤں کے بعد پیدا ہو۔

۵۔ اسی پر بس نہیں توراۃ میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس بیٹے کی قربانی کی تھی وہ اکلوتا تھا۔ توراۃ میں قربانی کے تذکرے میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی قربانی کرنی چاہی تو فرشتے نے ندا دی ہاتھ روک لو۔

اس کے الفاظ تھے: خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دوں گا۔

(توراۃ تکوین اصحاح ۲۲۔ آیت ۱۵)

توراۃ کے ان اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ قربانی اسی اولاد کی ہوئی جس میں یہ تین خصوصیات ہوں۔ پہلوٹا ہو، اکلوتا ہو، محبوب ہو، آؤ خود توراۃ کی روشنی میں تلاش کرو۔ یہ اوصاف مجموعی طور پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میں ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام میں؟۔ توراۃ میں بالتصریح یہ مذکور ہے کہ ہزاروں دعاؤں، تمناؤں کے بعد پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس لئے یہی پہلوٹے بھی ہوئے، اکلوتے بھی ہوئے، افضل ترین بھی ہوئے۔ محبوب بھی ہوئے۔ برخلاف حضرت اسحاق علیہ السلام کے کہ یہ بعد میں پیدا ہوئے۔ اس لئے نہ یہ پہلوٹے ہوئے۔ نہ اکلوتے ہوئے، نہ افضل ہوئے نہ بہ نسبت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے محبوب، اس لئے توراۃ پر ایمان رکھنے کے دعویداروں کو یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ اس سلسلے کے چند اقتباسات توراۃ کے اور ملاحظہ کریں۔

الف............ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یاد کیا۔

ب............ حضرت اسحاق علیہ السلام خدا کے وعدہ اور عہد کے مظہر ہیں (تکوین: ۱۷۔۱۸)

ج............ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دعوتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور خواہش سے پیدا ہوئے۔ اسی بنا پر خدا نے ان کا نام اسمٰعیل رکھا۔ کیونکہ عبرانی میں اسمٰعیل دو لفظوں سے بنا ہے۔ اسمع اور ایل۔ اسمع کے معنی "سننے" کے اور "ایل" کے معنی خدا کے ہیں۔

یعنی خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی۔ (تکوین۔ اصحاح ۱۵۔۱۷۔۱۸)

د.......... خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں میں نے تیری سن لی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یاد کیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پہلے پیدا ہو چکے تھے' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دعوتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اسی لئے ان کا نام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ دعا سے پیدا ہوئے اس لئے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پہلوٹنے بھی ہیں اکلوتے بھی ہیں تو یہی حسب احکام توراۃ افضل بھی ہیں اور محبوب ترین بھی۔ اس لئے لازم ہے کہ قربانی انہیں کی ہوئی۔

٦۔ جو اولاد خدا کی نذر ہو جاتی اسے باپ کا متروکہ مال نہیں ملتا توراۃ میں مذکور ہے۔

فی ذالك الوقت افرز سبط اللاوی لیحملوا تابوت عهد الرب ولکی یقفوا امام الرب لیخدموه ویبارکو باسمه الی هذا الیوم لاجل ذالك لم یکن للاوی قسم ولا نصیب مع اخوته' الرب هو نصیبه۔ (توراۃ تکوین اصحاح ۱۔ آیت ۸۔۹)

ترجمہ: ''تب خدا نے لاوی کی اولاد کو اس لئے مخصوص کر لیا کہ خدا کے عہد کا تابوت اٹھائے اور تا کہ خدا کے آگے کھڑا ہو۔ تا کہ وہ خدا کی خدمت کریں اور اس کے نام سے آج تک برکت لیں یہی وجہ ہے کہ لاویوں کو اپنے بھائیوں کے ساتھ حصہ اور ترکہ نہیں ملا کیونکہ اس کا حصہ خدا ہے''۔

اب توراۃ اٹھا کر دیکھو آپ کو صاف ملے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا تمام اثاثہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو دیا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو سوائے ایک پانی کی مشک اور چند کھجوروں کے اور کچھ مال نہ ملا۔ لہذا ہر مصنف کو یہ ماننا پڑے گا کہ قربانی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی ہوئی نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔

۷۔ جو خدا کی نذر ہوتا اس کے لئے ''خدا کے سامنے'' کا لفظ بولا جاتا

(توراۃ' سفر عدد ۶' ۲۱' ۲۰ تکوین۔ ۷ اثنیہ تکوین ۸۔ اثنیہ ۱۰۔ ۸)

۸۔ توراۃ میں ہر جگہ سامنے زندہ رہنا۔ قربانی اور نذر ہی کے معنی میں بولا گیا ہے۔

۹۔ توراۃ میں ہے کہ جب خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ ليت اسمٰعيل يعيش امامك

''کاش اسمٰعیل تیرے سامنے زندہ رہتا''

توراۃ میں قربانی کے لئے جو لفظ خاص ہے۔ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے وارد ہوا۔ اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے نہیں آیا۔ یہ دلیل ہے کہ ذبیح یہ تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

۱۰۔ ان شواہد کے علاوہ سب سے بڑی ناقابل انکار شہادت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کی یہ ہے کہ ان کی نسل ان کی ملت کے متبعین میں قربانی کی متعدد یادگاریں آج تک باقی ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے پاس کوئی یادگار نہیں۔ اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے تو ان کی نسل ان کی اتباع کے دعویداروں میں کوئی نشانی باقی رہتی۔ یہ کیا راز ہے ان کے حریفوں کے یہاں متعدد یادگار اور ان کے یہاں ایک بھی نہیں۔ وہ یادگار کیا ہے سنیں!

الف: ''جو شخص خدا کی نذر کر دیا جاتا۔ وہ سر کے بال چھوڑ دیتا تھا اور معبد کے پاس جا کر اتارتا تھا۔ تورات میں ہے''۔

فها انكِ تحملين وتلدين ابنا ولا يعل موسٰى راسه لان الصبى يكون نذيراً لله (توراۃ۔ قضا اصحاح ۱۳۔ ۴)

''یعنی اب تو حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کے سر پر اُسترا پھیرا نہ جائے گا کیونکہ یہ بچہ خدا کے لئے نذر کیا جائے گا''

حج وعمرہ میں احرام باندھنے کے وقت سے لے کر تمام مناسک سے فارغ ہونے تک بال منڈوانا۔ کتروانا' اُکھاڑنا ممنوع ہے۔ مناسک سے فراغت کے بعد بال منڈوانے بال کتروانے کی

اجازت ہے۔ارشاد ہے: ''وَ لَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡهَدۡیُ مَحِلَّهٗ'' (بقرہ:۱۹۶)

''اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک قربانی کے جانور اپنی جگہ یعنی حرم میں نہ پہنچ جائیں''

ب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خدا نے بیٹے کی قربانی کا حکم دینا چاہا تو پکارا:

اے ابراہیم علیہ السلام! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں حاضر ہوں۔ (توراۃ تکوین اصحاح ۲۲ آیت)

حج یا عمرہ کا احرام باندھتے ہی ہر حاجی پکارتا رہتا ہے۔ لبیک لبیک حاضر ہوں۔حاضر ہوں یہ اسی سنت ابراہیمی کی اتباع ہے۔

ج۔ شریعت ابراہیمی کے مطابق جسے خدا کی نذر کرتے وہ بار بار معبد' قربان گاہ کے گرد گھومتا۔

حج و عمرہ میں کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اسی یادگار کی نشانی ہے۔

د۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے کو ذبح کرنا چاہا تو انہیں روک کر اس کے عوض دنبہ ذبح ہوا۔

عیدالاضحیٰ میں ہر ذی استطاعت مسلمان اور حج میں حاجی جانوروں کی قربانی کرتا ہے۔ بلکہ یہ شرائط واجب ہے' یہ سنت ابراہیمی کی پیروی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''سُنَّةُ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرَاهِیۡمَ'' ''قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے''

ان یادگاروں کو دیکھ کر ہر ذی فہم یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ قربانی کا حکم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے تھا جن کی نسل اور متبعین میں ان کی متعدد یادگاریں آج تک باقی ہیں۔ نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے جن کی نسل اور پیروان ملت میں قربانی کی کوئی یادگار نہیں پائی جاتی۔

بحث دوم

قرآن کریم کی روشنی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبیح ہونا متعین ہے۔ یہاں کوئی صورت ہی نہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہو سکے۔ قربانی کا واقعہ سورہ ''صٰفٰت'' میں یوں مذکور ہے۔

''وَقَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ☆ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ☆ فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ☆ فَلَمَّا

بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ط قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ☆ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ☆ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ☆ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ☆ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ☆ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ☆ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ☆ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ☆ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ☆ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ'' (الصّٰفّٰت: آیت ۹۹ تا ۱۱۲)

ترجمہ: ''اور اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دے گا، الٰہی مجھے لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک بردبار لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: اے میرے باپ جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے کیجئے، خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھ دی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھو) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم علیہ السلام بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی، سلام ہو ابراہیم علیہ السلام پر ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحٰق علیہ السلام کی جو غیب کی خبریں بتانے والا نبی ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہوگا''۔ ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزندوں کا تذکرہ ہے، ایک وہ جو دعا سے پیدا ہوئے، اور ذبیح ہوئے۔ جن کا نام مذکور نہیں۔ دوسرے حضرت اسحاق علیہ السلام جن کی ولادت کی بشارت ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اگر ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہوتے تو جب '' فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ '' (الصّٰفّٰت: ۱۰۱) فرمایا جا چکا ہے تو اب بعد میں '' فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ '' (الصّٰفّٰت: ۱۱۲) بالکل لغو ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس آیت میں جو لڑکا ذبیح ہے اس کو "غُلٰمٍ حَلِیمٍ" فرمایا گیا ہے۔ برخلاف اس کے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت اس کے علاوہ دو جگہوں میں اور ہے ان کو وہاں "غُلٰمٍ عَلِیمٍ" فرمایا گیا ہے۔ سورہ "حجر" میں ہے۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمٍ عَلِیمٍ (الحجر: ۵۳) فرشتوں نے کہا: ہم آپ کو علم والے بچے کی بشارت دیتے ہیں"

سورہ "ذٰریٰت" میں ہے۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیمٍ (الذریٰت: ۲۸) "فرشتوں نے انہیں علم والے بچے کی بشارت دی"

ہر جگہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی صفت "علیم" فرمانا اور ذبیح کا وصف "حلیم" فرمانا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام نہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں ورنہ کیا وجہ ہے دیگر بشارتوں کے موقع پر ان کو "علیم" کہا جائے اور یہاں نیا وصف "حلیم" لایا جائے۔

تیسرے یہ کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں فرزند دو مختلف طور سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک دعا کے بعد دوسرے بغیر دعا کے اور قربانی اسی لڑکے کی ہوئی تھی جو دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ توراۃ میں ہے۔

"حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دعوتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں" یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور خواہش سے پیدا ہوئے۔ اسی لئے ان کا نام "اسمٰعیل" پڑا۔ عبرانی زبان میں "اسمع" کے معنی سننے کے ہیں۔ اور "ایل" کے معنی "خدا" کے ہیں اب لفظ اسمٰعیل کا ترجمہ ہوا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سنی" (تکوین۔ اصحاح ۱۷۔۱۸)

دوسری جگہ ہے کہ "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: کہ اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں میں نے تیری سن لی"۔

ایک اور جگہ ہے: "حضرت اسحاق علیہ السلام خدا کے وعدہ اور عہد کا مظہر ہیں" (توراۃ تکوین۔ ۱۷۔۱۸)

ان عبارات سے واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ لہذا ذبیح وہی ہوں گے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ جن کا وجود ایفاء عہد کی تکمیل تھا۔

چوتھے یہ کہ قربانی پر باپ بیٹے کی آمادگی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا گیا ہے وہ یہ ہے۔

’’فَلَمَّا اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ‘‘ (الصّٰفّٰت:۱۰۳) ’’تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی‘‘

اَسۡلَمَا کا مصدر ’’اسلام‘‘ ہے جس کے معنی کسی کی بات ماننے کے ہیں۔ اس تسلیم وانقیاد کے بعد اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروان ملت کا نام مسلم رکھا۔ ارشاد ہے:

’’مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ مِنۡ قَبۡلُ‘‘ (سورۃ الحج آیت:۷۸)

’’تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اس نے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا‘‘

دستور یہی ہے کہ عظیم کارکردگی کے صلہ میں ملا ہوا اعزاز نسلاً بعد نسل چلتا رہتا ہے۔ لہذا یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ قربانی کے اعزاز میں ملا ہوا خطاب جس کے وارثین کا ہو وہی ذبیح یقینی طور پر ہوں گے۔

وارثین حضرت اسحٰق علیہ السلام نے اپنے آپ کو بنی اسرائیل، یہود، نصاریٰ، ابن اللہ اور احباء اللہ وغیرہ وغیرہ الفاظ سے مشہور کیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے اپنے کو ’’مسلم‘‘ نہیں کہا۔ برخلاف وارثین حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کہ وہ صبح قربان سے لے کر الی یومنا ھذا (ہمارے ہاں آج اس دن تک) اپنے آپ کو ’’مسلمان‘‘ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے مورث اعلیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

’’مواہب اللدنیہ‘‘ میں مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی عالم سے دریافت فرمایا کہ ذبیح کون تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ: امیر المومنین! یہودی یقیناً خوب جانتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اور ازراہِ حسد ان کے ذبیح ہونے سے انکار کرتے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح بتاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہنا اہلِ کتاب کی تحریفات سے ہے۔

تیسرا مسئلہ

قربانی کہاں ہوئیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کہاں ہوئی تھی۔ شام میں کہ عرب میں؟ لیکن یہ اختلاف ذبیح کے اختلاف کی فرع ہے۔ اہل کتاب حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح مانتے ہیں۔ لہذا وہ اس کا موقع شام مانتے ہیں۔ اور اہل اسلام چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبیح مانتے ہیں لہذا اس کا موقع عرب بتاتے ہیں اور جب ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں تو ماننا پڑے گا کہ مقام قربانی عرب ہی ہے اس کے علاوہ بحث اول میں گزرا کہ جس کی قربانی کی جاتی وہ اپنے بال چھوڑ دیتا جو قربان گاہ پر اتارا جاتا، قربان ہونے والا قربان گاہ کے پھیرے کرتا، شام میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی مذہب والے اس قسم کی رسم ادا کرتے ہوں۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل یادگار جانوروں کی قربانی ہے۔ قربان گاہ شام میں ہوتی تو اس یادگار کی تکمیل اسی قربان گاہ پر ہونی چاہئے تھی، نہ کہ عرب میں۔

علاوہ ازیں ''توراۃ'' میں قربان گاہ ''مریا'' بتائی گئی ہے۔ ''مریا'' کون سی جگہ ہے۔ اس کے تعین میں یہود و نصاریٰ خوب دست با گریبان ہیں یہودی کہتے ہیں..... یہ وہ جگہ ہے جہاں ہیکل سلیمانی تھا۔ عیسائی کہتے ہیں۔ نہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ دونوں غلط ہیں۔ یہ مقام ''حریزیم'' کے پہاڑ پر ہے۔ اختلافات آگے بڑھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ''مریا'' قربان گاہ کا نام نہیں بلکہ اس کا وصف ہے۔

مترجمین نے اس کے مختلف ترجمے کئے۔ لیکن ان میں کے محققین نے اس کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ پھر کچھ زمانے کے بعد یہ لفظ ''مریا'' سے ''مورہ'' ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ دونوں لفظ کا املا ''عبرانی زبان'' میں قریب قریب ہے ''مورہ'' کے بارے میں توراۃ میں تصریح ہے کہ عرب میں ہے۔

وکان جیش المدیانیین شمالھم عند تل "مورہ" فی الوادی ۔ ''اور مدیانیوں کی فوج شمال کی جانب ''مورہ'' پہاڑ پر وادی میں تھی''۔

''مدیان'' عرب میں واقع ہے۔اور عرب میں ''مورہ'' نام کی کوئی پہاڑی نہیں۔البتہ ''مروہ'' نام کی ایک پہاڑی ہے۔لہذا یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ ''مورہ'' وہی پہاڑی ہے جو اب ''مروہ'' کے نام سے مشہور ہے۔جس کے دامن میں ''وادی غیر ذی زرع'' ہے۔

''مؤطا امام مالک'' میں ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مروہ'' کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربان گاہ یہ ہے اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اور گھاٹیاں قربان گاہ ہیں۔

توراۃ میں ''مریا'' یا ''مورہ'' اور حدیث میں ''مروہ'' کو قربان گاہ بتانا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں۔علاوہ ازیں ''یسعا'' بنی کی کتاب میں ہے۔

''اونٹنیاں تجھے آ کر چھپالیں گی ''مدیان'' اور ''عیفا'' کے اونٹ وہ سب جو ''سبا'' کے ہیں۔آئیں گے وہ سونا اور لوبان لائینگے اور خداوند کو بشارت سنائیں گے' قیدار کی ساری بھیڑیں ترے پاس جمع ہوں گی۔نبیت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔وہ میری منظوری کے واسطے مرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت والے گھر کو بزرگی دوں گی''۔(٦٠۔باب'٦'٧ درس)

اس سے کوئی ذی انصاف انکار نہیں کرسکتا کہ ''مدیان'' ''عیفا'' ۔''سبا'' بنی قطورہ باشندگان یمن کے اونٹ ''قیدار'' کی بھیڑیں ''نبیت'' کے مینڈھے جس مذبح پر چڑھائے جاتے ہیں۔اور جو خدا کا مذبح ہے۔جس سے خدا کے شوکت والے گھر (بیت الحرام) کو بزرگی حاصل ہوتی ہے۔وہ مکہ میں ہی ہے شام میں کوئی مذبح نہیں جسے خدا کا مذبح کہا جائے۔اور جہاں اہل یمن اور اہل عرب کی قربانیاں چڑھائی جاتی ہوں۔اور جس سے خدا کے شوکت والے گھر کی بزرگی ظاہر ہوتی ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذبح اور مذبح کی تعیین میں بنی اسرائیل اور اہل عرب کی روایات متعارض ہیں۔ اصول تنقید کی رو سے ایک ناقد روایات کے تعارض کے وقت درایت سے کام لینے پر مجبور ہوتا ہے۔درایۃً بنی اسرائیل کے پاس اپنی روایات کی تائید میں کوئی شہادت نہیں۔برخلاف اہل عرب کے کہ ان کی روایات کی تائید میں متعدد شہادتیں مل رہی ہیں۔لہذا ایک منصف مجبور ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں اہل عرب کی روایات کو صحیح مانے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قبائل
صدر بازار، لاہور چھاؤنی

عدنان

حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارہ بیٹوں میں قیدار نے حجاز میں بودوباش اختیار کی۔اللہ عزوجل نے انہیں عزت وشہرت عطا کی۔یہی جان کائنات ﷺ کے جد ہیں۔قیدار کے بعد بنی جرہم کے تغلُّب کی وجہ سے دیگر اجداد کو وہ شہرت نہ حاصل ہوسکی۔آگے چل کر شجرۂ پاک میں جو ہستی نمایاں ہوئی وہ عدنان کی تھی۔

عدنان بچپن ہی سے اعداء کی نظروں میں کھٹکتے تھے، پیشانی میں نورِ نبوت دیکھ کر دشمن انہیں قتل کر ڈالنا چاہتے تھے۔مگر حفاظت الٰہی کے مقابلے میں دشمن ناکام رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عدنان۔معد۔سبیعہ۔خزاعہ اور اسد ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔انہیں ہمیشہ خیر سے یاد کرنا۔انہوں نے حدود حرم کے پتھر نصب کرائے۔ایک قول پرانہوں نے سب سے پہلے کعبے پر چمڑے کا غلاف چڑھایا۔بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کیا یہ قتل ہوئے اوران کے صاحبزادے معد باقیماندہ اشخاص کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ان کے دو فرزند تھے۔معد اور عک۔ عک نے یمن میں بودوباش اختیار کی وہیں اپنی سلطنت قائم کی۔

مَعَدُ

ارمیا پیغمبر علیہ السلام اوران کے کاتب برخیا انہیں بُخت نصر کی قید سے چھڑا کر عرب لائے۔غالباً انہیں سے دریافت کرکے ان کے کاتب نے وہ شجرہ مرتب کیا تھا۔جس کا ذکر طبری نے کیا ہے کہ تدمر کے ایک یعقوب نامی نومسلم نے جو پہلے یہودی تھا۔بتایا کہ عدنان کا ایک نسب نامہ میرے پاس ارمیا پیغمبر علیہ السلام کے منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔جس میں عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس اشخاص ہیں۔یہ جب عرب واپس ہوئے تو انہوں نے بنی جرہم کی تلاش کی۔بڑی مشکل سے جرہم بن حلیمہ کا پتہ چلا یہ ان سے ملے اوران کی صاحبزادی سے شادی کی۔انہیں سے ”نزار“ پیدا ہوئے۔یہ بڑے جری بہادر جنگجو تھے ان کی

یہودیوں سے بارہا جنگیں ہوئیں جس میں یہ ہمیشہ غالب رہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ نزار اور قنص۔

نِزَار

ان کی کنیت ابوربیعہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام معانہ یا ناعمہ تھا یہ جب پیدا ہوئے تو نورِ نبوت ان کی پیشانی پر درخشاں تھا۔ جسے دیکھ کر ان کے والد بہت خوش ہوئے۔ خوشی میں اونٹ ذبح کر کے قوم کو کھلایا اور کہا کہ یہ سب اس بچے کے حق میں تھوڑا ہے۔ تھوڑے کی عربی نزار ہے۔ لہذا ان کا نام نزار پڑ گیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے۔ ان کے چار فرزند تھے، مضر، ایاد، ربیعہ، انمار۔ نزار نے اپنے ترکہ سے مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ وسلاح، اور انمار کو حمار دیئے تھے۔ مضر اور ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی نجد اور اطراف حجاز میں، ایاد کی سرحدی علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ نزار نے دو شادیاں کیں ایک سودہ بنت عک سے جن سے مضر اور ایاد ہیں، دوسری خدالہ بنت وجلان جرہمی سے جن سے ربیعہ اور انمار ہیں۔

مُضَر

ان کی والدہ کا نام سودہ یا خیبہ تھا۔ ان کا لقب مضر الحمراء تھا یہ سفید رنگ، شیریں آواز تھے۔ حدی خوانی کے موجد یہی ہیں۔ ملتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پابند تھے۔ انہیں کھٹا دودھ بہت پسند تھا۔ بنی عدنان میں سب سے زیادہ صاحب ثروت تھے۔ باپ نے انہیں سرخ چیزیں، سرخ اونٹ، سرخ خیمہ، سرخ دینار دیا تھا۔ اس لئے مضر الحمراء کہلائے۔

اِلیاس

ان کی والدہ کا نام ام الرباب تھا جو معد کی پوتی تھیں۔ یہ اپنے پشت میں نورِ محمدی ﷺ کی تلبیہ (لبیک لبیک) پڑھنے کی آواز سنتے تھے۔ ان کے کارہائے نمایاں یہ ہیں۔ حج کے موقع پر قربانی کے لئے اونٹوں کو بھیجنے کی سب سے پہلے رسم انہوں نے قائم کی۔ بنی اسمٰعیل نے خانہ کعبہ ردوبدل کر کے مقام ابراہیم کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا تھا۔ رکن کو بیت اللہ سے نکال کر جبل ابوقبیس میں ڈال آئے تھے، انہوں نے وہاں

سے لاکر بیت اللہ شریف میں نصب کیا۔ علامہ سہیلی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا کہ الیاس کو برا مت کہو وہ مومن تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ مدرکہ، طانجہ، قیس غیلان۔ انہیں کی نسل سے، عرب کے یہ مشہور و معروف قبائل بنو اشجع، ذبیان، غطفان، ہوازن، بنو سلیم ہیں۔

مُدرِکہ

اصل نام عامر یا عمرو تھی۔ چونکہ آباء واجداد کے فضل و کمال حاصل کر لئے تھے، اس لئے مدرکہ نام پڑا۔ اصل لفظ مدرک ہے۔ تاء معنی وصفی سے اسم کی جانب نقل کے لئے ہے۔ مدرکہ کے معنی عربی میں پانے والے کے ہیں۔ ارباب سیر نے مدرکہ نام رکھنے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ایک بار اونٹ یا خرگوش کا تعاقب کر کے پکڑ لیا تھا۔ باپ نے شاباشی کے طور پر کہا مدرکہ اور وہ مشہور ہو گیا۔ ان کے دو بیٹے تھے خزیمہ اور ہذیل۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہذیل کی نسل سے ہیں۔

خزیمہ

ان کی کنیت ابوالاسد تھے۔ تین بیٹے تھے۔ کنانہ اسد، ہون، عضل اور قارہ ہون ہی کی نسل سے ہیں۔ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنو اسد سے ہیں۔

کنانہ

کنانہ کی کنیت ابوالنضر تھی، ماں کا نام غوریہ بنت سور بن قیس تھا۔ چھ بیٹے تھے۔ نضر، مالک، عبدِ مناۃ، عمر، احابیش، عامر۔

نضر

قیس نام، ابو مخلد کنیت، نضر لقب تھا، نضر، زر سرخ کو کہتے ہیں یہ نہایت حسین تھے، چہرے کی آب و تاب کی وجہ سے نضر مشہور ہو گئے ماں کا نام برہ بنت لہر تھا۔ مدرکہ کے بھائی طانجہ کی پڑپوتی تھیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ قریش انہیں کا خطاب ہے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں اہل لغت نے عجیب عجیب موشگافیاں کی ہیں۔ کسی نے کہا کہ قریش ویل (مچھلی کو کہتے ہیں) جو سمندری جانوروں میں سب سے بڑی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ تمام قبائل عرب سے زیادہ طاقتور تھا اور ذی شوکت تھا۔ اس لئے اس کا نام قریش پڑ گیا۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

وقریش الذی یسکن البحر — بها سمیت قریش قریشا
وہ قریش (ویل) جو سمندر میں رہتی ہے — اس کے نام پر قریش کا قریش نام پڑ گیا

سلطت بالعلو فی لجة البحر — علی ساکن البحور جیو شا
سمندر کی گہرائی میں — ساکنان سمندر پر غالب آتی ہے

تاکل الغث والسمین لا تترک — فیها لذی الجناحین ریشا
دبلا ہو یا فربہ سبھی کو کھاجاتی ہے — پر تک نہیں چھوڑتی

ھکذا فی الانام حی قریش — یاکلون البلاد اکلا کمیشا
یوں ہی مخلوق میں قبیلہ قریش ہے — مخلوق کو بہت جلد چٹ کر جاتے ہیں

وبه اٰخر الزمان نبیٌّ — یکثر القتل فهموا خموشا
انہیں میں نبی آخرالزمان ﷺ ہوگا — جو انہیں کفر کی قرار واقعی سزادے گا

یملأ الارض خیله ورجال — یحشرون المطی حشرا کثیشا
ان کے سوار اور پیادے زمین کو بھردیں گے — سواریوں کو ہر طرف سے جمع کردیں گے

کسی نے کہا: قریش ''تَقَرُّش'' سے بنا ہے۔ تقرش کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ چونکہ یہ قبیلہ متفرق ہونے کے بعد اکٹھا ہوا ہے۔ لہذا اس کو قریش کہتے ہیں۔ کسی نے کہا: قریش کے معنی کمانے اور جمع کرنے کے ہیں۔ یہ قبیلہ تجارت پیشہ تھا، اس لئے ان کو قریش کہنے لگے۔ کسی نے کہا: قریش ''تَقْرِیْش'' سے بنا ہے۔ تقریش کے معنی تفتیش کے ہیں۔ چونکہ ایام حج میں فقرا کو تلاش کرکر کے ان کی مدد کیا کرتے تھے، اس لئے ان کو قریش کہتے ہیں۔

مالک

ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔ ماں کا نام حارثہ بنت عدوان تھا۔ دو اولادیں تھیں۔ ایک فہر دوسرے حارث۔

فہر

امام زہری نے فرمایا: ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا اور باپ نے فہر۔ ان کے وقت میں حسان حاکم یمن کی نیت خراب ہوئی اس نے چاہا کہ کعبہ ڈھا کر اس کی جگہ یمن میں دوسرا کعبہ تعمیر کرے۔ اس کے لئے وہ ایک فوج لے کر مکے پر چڑھ آیا۔ فہر نے اپنے بھائیوں کو لے کر اس کا مقابلہ کیا۔ حسان گرفتار ہوا۔ اس کی فوج شکست کھا گئی۔ بیس سال قید میں رہا۔ آزادی کے بعد واپس جاتے جاتے راستہ میں مرگیا۔ اس سے فہر کا رعب تمام عرب پر چھا گیا۔

علماء سیر کی ایک جماعت اس کی قائل ہے۔ کہ قریش انہیں کا لقب ہے زین عراقی کہتے ہیں۔

امام قریش فالاصح فهر جماعها والاكثرون النضر

صحیح ترین قول یہی یہ کہ فہر ہی قریش ہیں۔ اور بہتوں کا قول ہے کہ قریش نضر کا لقب ہے۔ ان دونوں اقوال کا حاصل ایک ہے۔ کیونکہ نضر کی نسل صرف مالک سے چلی اور مالک کی صرف فہر سے اس لئے فہر کی اولاد کے علاوہ نضر کی اولاد کا وجود نہیں۔

غالب

ابو یتیم ان کی کنیت تھی۔ ماں کا نام لیلیٰ بنت حارث تھا۔ دو صاحبزادے تھے۔ ایک کا نام لُوَیّ دوسرے کا نام یتیم تھا۔

لُوَیّ

ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا یہ نضر بن کنانہ کی پوتی۔ مخلد کی بیٹی تھی۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ (۱) کعب (۲) عوف (۳) عامر (۴) حارث۔

کعب

بڑے دبدبہ والے اور ذیشان تھے۔ یہاں تک کہ واقعۂ فیل تک چار صدی کے لگ بھگ ان کا سنہ وفات جاری رہا یہی وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے جمعہ کے دن قوم کو اکٹھا کر کے خطبہ پڑھنے کا رواج قائم کیا۔ ان کا دستور تھا کہ ہر جمعہ کو جس کو یہ لوگ ''یوم عروبہ'' کہتے تھے۔ قوم کو جمع کر کے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اور قوم کو بتاتے تھے کہ میری اولاد میں ایک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ تم سب ان پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرنا یہ نور انہیں کا ہے۔

یا لیتنی کنت شاھداً فحویٰ دعوته　　اذا قریش تنفی الحق خذلانا

اِے کاش میں ان کی دعوت کے وقت موجود رہتا۔ جب کہ قریش حق کو جلاوطن کریں گے۔

ان کی کنیت ابوالہصیص تھی۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) مروہ (۲) ہصیص (۳) سہم (۴) جمح (۵) عدی۔

مرہ

ان کی کنیت ابو یقظعہ تھی۔ ماں کا نام نخیتہ یا وحشیہ تھا۔ یہ شیبان بن محارب بن فہر کی بیٹی تھیں۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ (۱) کلاب (۲) تیم (۳) مخزوم۔

کلاب

حکیم نام تھا۔ ابوزہرہ کنیت تھی ماں کا نام ہندہ بنت سریر تھا شکار کا شوق بہت تھا۔ اس کے لئے شکاری کتے پال رکھے تھے اس لئے کلاب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ کلاب کلب کی جمع ہے۔ کلب کے معنی کتے کے ہیں۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ اولاد کے نام ثعلبہ، صخر وغیرہ رکھتے تھے۔ اور غلاموں کے نام رباح، ایمن وغیرہ اچھے رکھتے تھے۔

کسی نے پوچھا تو ایک عرب نے جواب دیا۔ عبیدنا لنا وابنائنا لاعدائنا ۔غلاموں کے نام

اپنے لئے رکھتے ہیں۔ اور اولاد کے نام دشمنوں کے لئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ قصی، زہرہ۔

قصی

نام زید تھا۔ قصی لقب تھا۔ اس لقب کے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ عہد طفولیت میں ان کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ ماں نے بنی عذرہ کے ایک شخص ربیعہ بن حرام سے شادی کرلی۔ یہ قبیلہ شام کی سرحد پر رہتا تھا۔ یہ بھی ماں کے ساتھ وہیں رہے۔ جوان ہونے کے بعد مکہ واپس آئے۔

قصی قاص کی تصغیر ہے۔ قاص کے معنی دور ہونے کے ہیں چونکہ یہ بچپن میں وطن سے دور رہے۔ لہذا ان کو قصی کہنے لگے۔ ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت سود تھا۔ قصی جب مکہ واپس آئے تو ان کے بڑے بھائی زہرہ نابینا ہو چکے تھے قصی کی آواز باپ کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز سے شناخت کی اور جائداد سے ان کو حصہ دیا۔ قصی بہت ہی با اقبال انسان تھے۔ ان کی وجہ سے قریش میں چار چاند لگ گئے اور قریش کی دھاک پھر سے سارے عرب میں بیٹھ گئی۔

حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد صدیوں تک خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت بنی جرہم کے قبضہ میں رہی۔ ان کے بعد عمالقہ کے قبضہ میں گئی عمالقہ کے بعد پھر دوبارہ بنی جرہم قابض ہو گئے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کا ہمشیر زاد بھائی عمرو بن لحی الخزاعی جو عرب میں بت پرستی کا بانی مبانی تھا۔ بنی جرہم کو مکہ سے نکال کر خود قابض ہو گیا۔ جب قصی مکہ پہنچے تو ابھی تک مکہ پر بنی خزاعہ کا قبضہ بدستور تھا۔

بنی خزاعہ کے سردار حلیل کی بیٹی سے جس کا نام ''حبی'' تھا انہوں نے شادی کرلی۔ حلیل نے بیٹی کو جہیز میں کعبہ کی تولیت دی۔ اور ابوغشیان نامی ایک شخص کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔ جب حلیل کا انتقال ہو گیا تو ابوغشیان نے اپنا حق شراب کے ایک مشکیزے کے عوض قصی کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس طرح تقریباً ۴۴۰ء میں ہزاروں سال بعد تولیت کا حق حقدار کو پہنچا۔

بنوخزاعہ نے جب دیکھا کہ یہ شرف ہمارے ہاتھوں سے نکل رہا ہے۔ تو بہت پیچ و تاب کھائے بالآخر لڑائی کی ٹھان لی۔ بنوخزاعہ کے ساتھ بنوبکر اور قریش کے معاون قضاعہ و کنانہ تھے۔

سخت جنگ ہوئی لڑائی میں دونوں طرف کے ہزاروں سورما مارے گئے آخر تھک کر دونوں نے تعمیر بن عوف کنانی کو اپنا حکم مانا۔اس نے فیصلہ دیا کہ قصی بنوخزاعہ کے مقتولوں کا خون بہادیں، بنوخزاعہ مکہ چھوڑ کر باہر نکل جائیں، مکہ پر قصی حکومت کریں گے۔اولاد فہر کی اس وقت بارہ شاخیں عرب کے مختلف نواح میں پھیلی ہوئی تھیں۔قصی نے مکہ کی حکومت حاصل کرنے کے بعد ان سب کو مکہ میں آباد کر کے ان کے منتشر شیرازے کو اکٹھا کر دیا۔اس لئے قصی کو ''مجمع'' بھی کہتے ہیں۔

قصی لَعَمری کان یدعیٰ مُجمِعًا به جمع اللّٰه القبائل من فهر

قصی ہی کو ''مجمع'' کہا جاتا ہے۔اس لئے کہ ان کے ذریعہ اللہ نے فہر کے قبائل کو اکٹھا کر دیا۔

قصی کو مولیٰ عزوجل نے دوررس دماغ عطا فرمایا تھا جس کی بدولت انہوں نے بڑے بڑے کام انجام دیئے۔دنیا میں قصی ہی پہلے شخص تھے۔جنہوں نے جمہوری طرز کی ۴۴۰ء میں حکومت کی بنیاد ڈالی۔ مکہ کا مشہور دارالمشورہ ''دارالندوہ'' انہیں کا قائم کیا ہوا ہے۔جہاں اہل مکہ اپنے خصوصی کاموں کے لئے جمع ہوتے تھے۔جنگ کی تیاری' قافلہ تجارت کی روانگی' نکاح خوانی کی رسوم اسی عمارت میں سرانجام پاتیں۔ ایام حج میں حجاج کو پانی کی سخت دشواری پیش آتی تھی۔انہوں نے اس کا بہت معقول بندوبست کیا۔چرمی حوض بنوائے۔حج کے ایام میں ان حوضوں کو پانی سے بھر دیتے تھے' جسے بلا روک ٹوک ہر شخص پیتا۔حجاج میں کھانا تقسیم کرنے کے لئے ''رفادہ'' کا محکمہ قائم کیا۔

قریش کی تمام شاخوں کو جمع کر کے تقریر کی۔حجاج کوسوں سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ان کی مہمانی ہم پر واجب ہے جس سے سب متاثر ہوئے۔اور سالانہ ایک رقم مقرر کر لی جس سے مکہ اور منیٰ میں حج کے ایام میں لنگر بٹتا۔حج کے دنوں میں مشعر حرام پر چراغ جلانے کی رسم انہیں کی ایجاد ہے۔حجابت' خانہ کعبہ کی کلید برداری' قیادت' کمانداری' لڑائیوں میں لواء انہیں کی ایجاد ہے۔

انہیں جلیل خدمات کی بدولت قصی کا سارے عرب میں رسوخ پیدا ہو گیا تھا۔اور قریش کو غیر فانی شہرت حاصل ہو گئی۔

قصی کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ (۱) عبد مناف (۲) عبدالدار (۳) عبدالعزیٰ عبد بن قصی۔لڑکیاں: (۱) تخمر (۲) برہ۔

مرتے وقت قصی نے قریش کے تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیئے جس کی وجہ سے ان کی اولاد میں جذبہ رقابت کے تحت نفاق کی بنیاد پڑ گئی۔

قصی کو مرنے کے بعد ''حجون'' میں دفن کیا گیا۔بعض لوگوں نے کہا کہ قصی ہی کا لقب قریش ہے۔مگر یہ صحیح نہیں روافض کی من گھڑت ہے۔تا کہ حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کا قریشی ہونا ثابت نہ ہو سکے۔

عبدِ مناف

اصل نام مغیرہ تھا۔مشہور عبد مناف کے ساتھ ہوئے' حسن و جمال میں یکتا تھے۔اس لئے ان کو''قمر البطحا'' بھی کہتے تھے' کنیت ابو عبد شمس ہے ماں کا نام حی بنت خلیل ہے۔کتب سیر میں عبد مناف کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ ان کی ماں نے مناف نامی بت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔اس لئے عبد مناف سے مشہور ہو گئے۔لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔اس لئے کہ حجاز میں جتنے بت تھے۔سب کی فہرست موجود ہے۔ان میں مناف نام کا کوئی بت نہیں۔جب اس نام کا کوئی بت نہیں تو اس کی خدمت کے لئے تقرر کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔قصی نے سب بھائیوں میں بڑا ہونے کی وجہ سے سرداری عبدالدار کو دی تھی۔مگر وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے اسے نباہ نہ سکا۔اس لئے قریش کی سیادت باپ کے بعد عبد مناف کو ملی۔

عبد مناف ان نیک بختوں میں ہیں۔جو جاہلیت کے دور میں بھی لوگوں کو خدا ترسی حق شناسی کی تلقین کیا کرتے تھے۔

علامہ زرقانی نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا پایا گیا ہے۔

انا المغيرة بن قصى امر بتقوى الله وصلة الرحم وايّاى عنى القائل

میں مغیرہ بن قُصَّی ہوں۔اللہ کے خوف اور صلہ رحمی کا حکم کرتا ہوں۔میرے ہی بارے میں شاعر نے کہا ہے

كانت قريش بيضة فتقلقلت فالمخ خالصة بعبد مناف

قریش انڈا ہیں۔تو مغز خالص عبد مناف ہیں۔

ان کے پاس نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔نور محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اثر سے بے مثال حسین تھے۔ان کے چھ بیٹے تھے۔(۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) عبد شمس (۴) نوفل (۵) ابو مرہ (۶) ابو عبیدہ۔اور چھ ہی بیٹیاں تھیں۔(۱) غاضرہ (۲) مرہ (۳) حنہ (۴) ہالہ (۵) قلابہ (۶) ریطہ ان کا انتقال مشہور شہر ''غزہ'' میں ہوا۔

ہاشم

عبد مناف کے بیٹوں میں اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے ہاشم اور ان کا مد مقابل ہونے کی وجہ سے اُمیّہ نے غیر فانی شہرت حاصل کی۔بعض روایات میں ہے کہ ہاشم اور امیہ کا باپ عبد شمس جڑواں پیدا ہوئے۔ہاشم کا پاؤں عبد شمس کی پیشانی میں چپکا ہوا تھا۔علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی۔مگر ناکامی ہوئی۔ بالآخر تلوار استعمال کرنی پڑی۔اس پر کسی نے کہا تھا کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ تلوار چلتی رہے گی۔بنی ہاشم و بنی امیہ کی کشمکش اور کشت و خون کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔مگر یہ روایت سخت محل نظر ہے اس لئے کہ جو جڑواں بچے ایک ساتھ پیدا ہوں یہ عادۃً محال ہے' ایک بچے کی پیدائش میں ماں کی جان پر بن آتی ہے۔رحم کا منہ اتنا تنگ ہوتا ہے کہ دو بچے ایک ساتھ پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔تجربہ شاہد ہے کہ جڑواں بچے باری باری پیدا ہوتے ہیں۔

ہاشم کا نام عمرو تھا۔مگر عمرو العلاء کے نام سے مشہور ہوئے۔ایک بار مکہ میں قحط پڑا۔لوگ بھوکوں مرنے لگے۔اس وقت ہاشم شام بہ سلسلہ تجارت گئے ہوئے تھے۔واپسی میں اونٹوں پر آٹا اور روٹیاں لادلائے۔روٹیوں کو شوربے میں توڑ کر لوگوں کو کھلایا۔جب تک قحط دور نہ ہوا ان کا دستر خوان نہ اٹھا۔جب سے ہاشم مشہور ہوئے۔ہشمٌ کے معنی چورا کرنے کے ہیں۔ان کی مدح میں ایک شاعر کہتا ہے۔

عمرو العلاء هشم الثريد لقومه   ورجال مكة مستنن عجاف

عمرو العلاء نے ثرید بنا کر اپنی قوم کو کھلایا۔ایسی حالت میں کہ مکہ کے لوگ قحط زدہ دبلے تھے۔

ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ بن حلیل ہے۔ عاتکہ سے یہ اور عبد شمس اور مطلب تھے۔ عبد مناف کی بقیہ اولاد واقدہ بنت عمرو مزنیہ سے تھیں۔ ہاشم بھی اپنے باپ کی طرح بہت حسین وجمیل تھے۔ نور محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی کرنیں ان کے چہرے سے پھوٹتی تھیں۔ اتنے بارعب تھے کہ احبار ان کو دیکھتے تو بیساختہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس چیز کے قریب سے گزرتے انہیں سجدہ کرتی، سیر چشم، ہر دل عزیز، مرجع خلق تھے۔ عبد مناف کے مرنے کے بعد باپ کی نیابت کے لئے ان میں اور عبد شمس میں اختلاف ہوا۔ جب اختلاف شدت اختیار کر گیا تو عسقلان کے ایک کاہن کے پاس فیصلہ کے لئے گئے۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

قصی نے تمام مناصب اپنے بڑے لڑکے عبد الدار کو دے دیئے تھے مگر وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے کما حقہ تمام کام سرانجام نہیں دے پایا۔ یہ ہاشم جیسے اولوالعزم غیور کو گراں گزرتا، انہوں نے بنی عبد الدار سے تمام مناصب حاصل کرنے پر اپنے بھائیوں کو آمادہ کیا۔ مطالبہ پر بنی عبد الدار نے انکار کیا۔ کشمکش اتنی بڑھی کہ دونوں طرف جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ آخر میں اس پر صلح ہوئی۔ کہ سقایا، ورفادہ، ہاشم کو دے دیئے جائیں۔ بقیہ مناصب بنی عبد الدار کے پاس رہیں۔ ہاشم بڑی مستعدی سے اپنی متعلقہ خدمت انجام دیتے۔ ایام حج میں بڑے حوصلے کے ساتھ حجاج کو کھانا کھلاتے۔ زمزم کے پاس اور منیٰ میں چمڑوں کے حوضوں میں پانی بھر کر رکھتے۔

اپنی پسماندہ قوم کو ترقی دینے کا جذبہ بہت تھا۔ اس سلسلے میں بہت اہم کام انجام دیئے۔ خط وکتابت کر کے قیصر روم وحبش کے نجاشی سے قریش پر سے تجارت کا ٹیکس معاف کرادیا، اہل عرب کا کاروان تجارت جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام وانقرہ تک جاتا۔ انقرہ قیصر روم کا پایہ تخت تھا۔ جب قریش وہاں جاتے تو قیصر ان کی بہت آؤ بھگت کرتا۔ عرب کے بادیہ نشین لوٹ کھسوٹ میں کسی کے ساتھ رعایت نہ کرتے۔ ہاشم نے قبائل عرب میں دورہ کر کے ان سے معاہدہ کرلیا تھا کہ ہمارے قافلے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ قریش ان کی ضرورت کی چیزیں لے کر خود ان کے گھر پہنچ جایا کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا

کہ کاروانِ قریش ہمیشہ لوٹ مار سے محفوظ رہا۔

ان کے چار بیٹے تھے۔(۱) عبد المطلب (۲) صفی (۳) اسد (۴) فضیلہ۔اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ (۱) رضیہ (۲) ضعیفہ (۳) شفا (۴) خالدہ (۵) حسنہ۔حسب عادت تجارت کے لئے شام گئے۔غزہ میں انتقال ہوگیا ابھی عبد المطلب کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ

آپ جان کائنات ﷺ کے دادا محترم ہیں آپکا شیبہ یا عامر نام تھا۔شیبۃ الحمد اور عبد المطلب سے مشہور ہوئے۔ پیدائشی طور پر کچھ بال سر کے سفید تھے۔شیبہ کے معنی بڑھاپے کے ہیں موئے سفید بڑھاپے کی نشانی ہے۔ اس لئے شیبہ نام پڑا۔عبد المطلب نام پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے والد ہاشم ایک بار شام تجارت کے لئے جارہے تھے۔راستے میں مدینہ طیبہ میں اتر پڑے۔مدینہ کے مشہور ومعروف قبیلہ بنی نجار کے مہمان رہے۔ اسی قبیلہ کی ایک لڑکی سلمٰی سے شادی کرلی۔واپسی میں سلمٰی کو مکہ لائے۔اخیر مرتبہ جب شام جانے لگے تو سلمٰی کو بھی ساتھ لے گئے۔مدینہ پہنچ کر سلمٰی کو ان کے باپ کے گھر چھوڑا۔خود شام چلے گئے۔قضاء الٰہی! ہاشم تو وہیں سے دار البقاء کو سدھارے۔سلمٰی حاملہ تھیں،دن پورے ہونے پر عبد المطلب پیدا ہوئے شیبہ نام رکھا گیا۔یہ آٹھ سال ننہال میں رہے۔ان کے چچا مطلب کو اپنے بھتیجے کی واپسی کا خیال ہوا تو مدینہ پہنچے۔اور کسی طرح چپکے سے ان کو لے کر مکہ آئے۔جب مکہ میں داخل ہو رہے تھے عبد المطلب اپنے چچا کے پیچھے میلے کچیلے کپڑے پہنے بیٹھے تھے۔لوگوں نے سمجھا یہ مطلب کے غلام ہیں اور انہیں عبد المطلب کہنا شروع کردیا۔یہ نام ایسا زبان زد ہوا کہ اصل حال معلوم ہونے پر بھی زبان سے نہ اترا۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ان کی خستہ حالی کی بنا پر خود مطلب نے شرم کی وجہ سے پوچھنے والوں کو یہ نہیں بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے بلکہ یہ کہا ''ھٰذا عبدی'' یہ میرا غلام ہے اور عبد المطلب مشہور ہوگئے۔

بعضوں نے کہا کہ چوں کہ ان کی پرورش مطلب نے کی تھی جو چچا تھے،اہل عرب کی عادت تھی کہ یتیم کو پرورش کنندہ کا عبد کہا کرتے تھے۔اسی لئے عبد المطلب مشہور ہوئے۔اس کی صحت محل نظر ہے۔

ہاشم کے بعد مطلب اور مطلب کے بعد عبد المطلب کو مکہ کی ریاست ملی۔عبد المطلب کے مقابلے میں مکے

کی سرداری کا دعویدار حرب بن امیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دادا ہوا، فیصلہ کے لئے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ خطاب کے پاس معاملہ پہنچا۔ خطاب نے بڑے زوردار طریقے سے فیصلہ عبدالمطلب کے حق میں دیا۔ خطّاب نے حرب سے خطاب کر کے کہا۔
عبدالمطلب عقل وفہم میں، رعب وداب میں تم سے بڑھ چڑھ کر ہیں اس لئے مکے کی سرداری کے وہی لائق ہیں۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بہت وجیہ جسیم، قدآور، حسین وجمیل تھے۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار پیشانی سے جھلکتے تھے۔ مشک کی خوشبو ان کے جسم سے اٹھتی تھی۔ بہت ہر دل عزیز وذی رعب تھے۔ اہل مکہ ان کے پورے مطیع ومنقاد تھے۔ غایت تعظیم وتکریم سے پیش آتے تھے۔ انسان تو انسان چرندو پرند تک ان کی فیاضی سے متمتع تھے۔ پہاڑ پر ان کا دسترخوان وحوش وطیور کے لئے بچھا رہتا۔ اسی لئے ''ان کو مطعم طیر السماء'' کہتے ہیں۔ مستجاب الدعوۃ تھے۔ جب اہل مکہ پر کوئی افتاد پڑتی تو ان سے دعا کراتے۔ عرب میں پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے اوپر شراب حرام کی اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے وسمہ کا سیاہ خضاب لگایا اور عقیدہ کے لحاظ سے ''موحد'' تھے۔ (زرقانی شریف ج ۱:ص ۷۲)

حافظ الحدیث سعید بن عثمان المعروف ابن سکن رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں شمار کیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جان کائنات ﷺ عنقریب اعلان نبوت فرمائیں گے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی چوتھی قسم میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ (سبل الھدی والرشاد، ج ۱ ص ۲۶۷)

شادی

ایک دن مسجد حرام میں سوئے اور سو کر اٹھے تو اپنے کو عجیب حال میں پایا۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے، بالوں میں تیل پڑا ہوا ہے، بدن پہ بیش قیمت جوڑا ہے، جمال وجلال میں چار چاند لگا ہوا ہے۔ متحیر ہو کر رہ گئے۔ مطلب انہیں ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے انہیں اس حال میں دیکھ کر کہا ان کی جلد از جلد شادی کردو۔
مطلب نے ان کی پہلی شادی قیلہ سے کی۔ جن کے بطن سے حارث پیدا ہوئے۔ قیلہ کی وفات کے بعد ہندہ بنت عمرو سے نکاح کیا۔ آخر میں ہالہ بنت وہیب سید الشہداء اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ سے نکاح کیا۔

چاہ زمزم کی دوبارہ کھدائی

حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب تک حیات ظاہری میں رہے کعبہ کے وہی متولی رہے۔ان کے بعد نیابت میں ان کے بڑے بیٹے کو یہ منصب ملا۔عدنان تک یہ منصب بنی اسمٰعیل میں رہا۔ عدنان کے بعد ۲۰۷ء میں بنوجُرہم نے بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا۔خود کعبہ کے متولی بن گئے بنی جرہم کا ایک مشہور سردار عمرو بن حارث گزرا ہے۔اس نے اپنے زمانے میں سرداری کے نشے میں بڑے بڑے مظالم شروع کر دیئے۔ مقیم و مسافر کو ستانے لگا۔خانہ کعبہ کو جو نذرانے بھیجے جاتے تھے خود ہڑپ کر جاتا تھا اس کے مظالم سے تنگ آ کر قبائل عرب اس کے استیصال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔عمرو بن لحی خزاعی (بانی بت پرستی) کی سرکردگی میں متحدہ طور پر حملہ کر دیا۔بنو جرہم کو مقابلے کی تاب نہ تھی۔ بھاگ کھڑے ہوئے اور یمن کی طرف چلے گئے۔

عمرو بن حارث نے بھاگتے بھاگتے یہ حرکت کی کہ حجر اسود رکن سے اکھاڑ کر اور غزالی الکعبہ (غزال الکعبہ ہرن کا زریں جڑواں مجسمہ جسے اسفندیار فارسی نے کعبہ پر نذر کیا تھا) ودیگر تبرکات مثلاً فدیہ اسمٰعیل علیہ السلام کے سینگ کچھ مخصوص تلواریں، زرہیں، سب کو چاہ زمزم میں ڈال کر اسے پاٹ دیا۔ کنویں کے نشان تک مٹا دیئے۔

حرم پاک میں ظلم وعدوان کی سزا میں اللہ عزوجل نے ان پر آبلہ کی وبا نازل فرمائی جس سے کتنے ہلاک ہو گئے۔جب مکہ ان سے خالی ہو گیا تو بنو اسمٰعیل پھر تھوڑے تھوڑے آ کر مکہ میں آباد ہو گئے۔

اس وقت سے لے کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے زمانے تک چاہ زمزم کا پتہ نہ تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مسلسل چار دن تک خواب میں چاہ زمزم کھودنے کا حکم ہوا۔ پہلے اشاروں میں پھر آخیر دن بالتصریح بتایا گیا۔خواب میں ہی جگہ کی نشاندہی بھی کی گئی، کہ خون اور لید کے درمیان یعنی قربان گاہ پر جہاں چیونٹی کا سوراخ ہے۔اور تمہارے سامنے جہاں ایسا کوّا جس کی ایک ٹانگ سفید ہو چونچ مارے وہیں زمزم ہے۔

یہ اپنے بڑے لڑکے حارث کو لے کر کھودنے گئے (اس وقت سوائے ان کے کوئی اور اولاد نہ تھی)

وہاں اساف ونائلہ نام کے دو بت نصب تھے یہیں قریش قربانی کیا کرتے تھے۔قریش کو یہ گوارنہ ہوا کہ ان کی قربان گاہ اور دیوتاؤں کے استھان کھودے جائیں۔ انہوں نے روک ٹوک کی۔ حارث نے سب کو بھگا دیا۔ باپ' بیٹے دنوں کام میں لگ گئے۔ تین دن کی محنت کے بعد کنوئیں کے آثار نمایاں ہو گئے۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بنوائی ہوئی من نکلی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے تکبیر پڑھی اب قریش دوڑے ہوئے آئے کہ ہمیں بھی اس شرف میں شریک کرو۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے جھگڑا بڑھا۔ قریش یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ اس میں ہم بھی تمہارے برابر کے حقدار ہیں۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ سعد بن ہذیم کی کاہنہ کے پاس چلیں وہ جو فیصلہ کرے دونوں فریق مان لیں۔ دونوں طرف کے نمائندے اس کاہنہ کے پاس چلے۔ حجاز وشام کے مابین ایک خشک ریگستان میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا۔ جب پیاس کی شدت بڑھی تو انہوں نے قریش سے پانی مانگا انہوں نے یہ بہانہ بنا کر انکار کر دیا۔ کہ اگر قریب میں پانی نہ ملا تو کہیں تمہارے ہی جیسا ہمارا بھی حال نہ ہو۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو حکم دیا کہ سب لوگ اپنی اپنی قبریں کھود لو جو مرتا جائے اسے دفن کرتے جائیں۔ پورے قافلہ کے بے گور و کفن پڑے رہنے سے یہ بہتر ہے کہ ایک دو آدمی کا یہ حشر ہو۔ سب لوگ قبریں کھود کر موت کا انتظار کرنے لگے۔ مگر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پھر خیال آیا کہ یوں پڑے رہنے سے بہتر ہے سفر جاری رکھیں' شاید قریب میں کہیں پانی مل جائے۔ سب کو کوچ کا حکم دیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جب اپنی سواری اٹھائی تو دیکھا کہ اس کی کُھر کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا ہے۔ سب نے جوش مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ سواریوں سے اترے، خود پانی پیا، جانوروں کو پلایا، مشکیں بھریں۔ اپنے حریف قریشیوں کو بلایا۔ آؤ اس عطیہ ربانی سے تم بھی مستفیض ہو۔ قریش یہ دیکھ کر بول اٹھے۔ عبدالمطلب واپس چلو۔ اللہ عزوجل نے فیصلہ کر دیا۔ تم تنہا زمزم کھودو۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ واپس آ کر زمزم کھودنے میں لگ گئے۔

جب کھودتے کھودتے دفن کردہ کعبہ کے تبرکات غزال۔ زرین وغیرہ ملیں تو پھر قریش نے جھگڑا کھڑا کیا کہ ان میں ہمارا بھی حق ہے۔ قرعہ اندازی کی ٹھہری قرعہ میں غزال زریں کعبہ کے نام اور تلواریں زرہیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نام نکلیں۔ قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے غزال زریں اور تلواریں کعبہ کے دروازے میں لگا دیا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ پہلے وہ شخص جنہوں نے کعبہ پر سونا چڑھایا عبدالمطلب ہیں۔

ان سب جھگڑوں سے نپٹنے کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کھدائی کا کام پورا کیا۔ اس طرح سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی محنت سے پھر دنیا چاہ زمزم سے سیراب ہونے لگے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پچاس یا پچپن روز قبل اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا۔ جو سیرت اور تاریخ میں معروف اور مشہور ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارے میں ایک خاص سورت نازل ہوئی مفصل قصہ کتب تفاسیر میں مذکور ہے مختصر یہ ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کی جانب سے یمن کا حاکم ابرہہ نامی تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کے تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے چاہا کہ عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالی شان عمارت بناؤں جو نہایت مکلّف اور مرصع ہو تاکہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پر تکلف کعبہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا بنایا۔ عرب میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا اور پاخانہ کر کے بھاگ گیا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عرب کے نوجوانوں نے اس کے قرب وجوار میں آگ جلائی ہوئی تھی ہوا سے اڑ کر آگ اس گرجا میں لگ گئی اور گرجا جل کر خاک ہوگیا ابرہہ نے غصہ میں آکر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا اس ارادہ سے مکہ پر فوج کشی کی راستہ میں جس عرب قبیلے نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ

کیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ پہنچا لشکر اور ہاتھی بھی ہمراہ تھے۔ اطراف مکہ میں اہل مکہ کے مویشی چرتے تھے ابرہہ کے لشکر نے وہ مویشی پکڑے جن میں دوسو اونٹ جان کائنات ﷺ کے جد امجد حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے متولی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے جب ان کو ابرہہ کی خبر ہوئی تو قریش کو جمع کر کے کہا کہ گھبراؤ مت مکہ کو خالی کردو یہ خانہ کعبہ کو منہدم نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا بعد ازاں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ چند روساء قریش کو لے کر ابرہہ سے ملنے گئے اندر اطلاع کرائی ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا نہایت شاندار استقبال کیا اللہ جل شانہ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بے مثال حسن وجمال اور عجیب عظمت وہیبت اور وقار ودبدبہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص مرعوب ہوجاتا تھا۔ ابرہہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مرعوب ہوگیا اور نہایت اکرام اور احترام کے ساتھ پیش آیا یہ تو مناسب نہ سمجھا کہ کسی کو اپنے تخت پر اپنے برابر بٹھائے البتہ ان کے اعزاز واکرام میں یہ کیا کہ خود تخت سے اتر کر فرش پر ان کو اپنے ساتھ بٹھلایا اثنا گفتگو میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ابرہہ نے متعجب ہوکر کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم نے مجھ سے اپنے اونٹوں کے بارے میں کلام کیا اور خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤاجداد کا دین اور مذہب ہے اس کے بارے میں تم نے کوئی حرف نہیں کہا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''انارب الابل وللبیت رب سیمنعه'' میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے میں نے اونٹوں کا سوال کیا اور کعبہ کا خدا مالک ہے وہ خود اپنے گھر کو بچائے گا۔ ابرہہ نے کچھ سکوت کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اونٹوں کے واپس کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ لے کر واپس آگئے اور قریش کو حکم دیا کہ مکہ خالی کردیں اور تمام اونٹوں کو کعبہ کی نذر کردیا اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر خانہ کعبہ کے دروازے پر حاضر ہوئے کہ سب گڑگڑا کر دعائیں مانگیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

لَا هُمَّ اِنَّ المرء یَمْنَعُ　　　رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَکَ

اے اللہ بندہ اپنی جگہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنے مکان کی حفاظت فرما۔

وَانْصرُ عَلٰی اٰل الصلیب　　　و عَابِدِیْهِ الیوم الکٰ

اور اہل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں اپنے اہل کی مدد فرما۔

لَا یَغْلِبَنَّ صلیبُهم وَمِحَالُهم اَبدًا مِحَالَکْ

ان کی صلیب اوران کی تدبیر تیری تدبیر پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

جَرُّوا جمیع بلادهم وَالفِیلَ کَے یَسبُوا عیالکْ

لشکراور ہاتھی چڑھا کرلائے ہیں تا کہ تیرے عیال کوقید کریں۔

عَمَدوا حِمَاک بِکَیدِهم جهْلاً ومارَقَبُوا جلالکْ

تیرے حرم کی بربادی کا قصد کر کے آئے ہیں۔ جہالت کی بنا پر یہ قصد کیا ہے تیری عظمت اور جلال کا خیال نہیں کیا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ دعا سے فارغ ہوکر مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ابرہہ اپنا لشکر لے کر خانہ کعبہ کے گرانے کے لئے بڑھا یکا یک بحکم خداوندی چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول نظر آئے ہرایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جو دفعۃً لشکر پر برسنے لگیں خدا کی قدرت سے وہ کنگریاں گولی کا کام دے رہی تھیں سر پر گرتی تھیں اور نیچے نکل جاتی تھیں جس پر وہ کنکری گرتی تھی وہ ختم ہوجاتا تھا غرض یہ کہ اس طرح ابرہہ کا لشکر تباہ اور برباد ہوا ابرہہ کے بدن پر چیچک کے دانے نمودار ہوئے جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور بدن سے پیپ اور لہو بہنے لگا یکے بعد دیگرے ایک ایک عضو اس کا کٹ کٹ کر گرتا جاتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس کا دم آخر ہوا جب سب مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِین ظَلَمُوْا وَالْحَمْد للهِ رَبِّ الْعَالِمِین (الانعام: ۴۵) (زرقانی ج ا ص ۱۵۷)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جب جان کائنات ﷺ کا نور مبارک حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں تاباں ہوا اوران کو یہ فضیلت حاصل ہوئی تو وہ ایک دن کعبہ شریف کے گوشے ''مقام حجر'' میں سو رہے تھے، جب وہ بیدار ہوئے تو ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، سر کے بالوں میں تیل پڑا ہوا تھا اور قیمتی جوڑا جسم پر تھا لوگ ان کے جمال وجلال پر متحیر رہ گئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۹، زرقانی مع المواہب: ج ا ص ۱۵۵)

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابواحمد۔ابومحمد۔ابوقثم ہے۔قثم بھی جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔زمزم شریف کی کھدائی کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ایک دن حرم میں سو رہے تھے۔خواب دیکھا! ایک درخت اگا ہے' اتنا بلند و بالا اور تناور کہ اس کی شاخیں آسمان تک اونچی اور شرق و غرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔آفتاب سے ستر گنا زیادہ روشن۔عرب و عجم اس کے آگے سرنگوں ہیں۔وہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا اور بلند سے بلندتر ہوتا جاتا ہے۔اس کی روشنی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔لیکن کبھی چھپ جاتا ہے۔کبھی ظاہر ہو جاتا ہے۔قریش کے کچھ لوگ اس کی شاخیں پکڑ کر لٹک گئے ہیں،اور کچھ لوگ اسے کاٹنے کی فکر میں ہیں ،لیکن اسے کاٹنے کے ارادہ سے جب قریب ہوتے ہیں تو ایک حسین ترین جوان انہیں پکڑ کر ان کی پیٹھ توڑ دیتا ہے،آنکھیں پھوڑ دیتا ہے،حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے چاہا کہ اس کی کوئی شاخ پکڑلوں۔مگر جب ہاتھ بڑھایا تو شاخ اونچی ہوگئی۔میں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔جواب ملا جس کی قسمت میں شاخوں تک رسائی تھی وہ تم سے سبقت کر گئے۔یہ خواب دیکھ کر گھبرا اٹھے۔قریش کے کاہنوں سے تعبیر پوچھی۔سب نے بالاتفاق بتایا اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہاری نسل سے وہ ہستی عالم وجود میں آئے گی جو شرق و غرب کی مالک اور پیشوا ہوگی۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ یہ ابوطالب ہیں مگر جب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو خود ابوطالب کہا کرتے بخدا یہ درخت ابوالقاسم امین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ان سے لوگ پوچھتے کہ پھر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ جواب دیتے کہ: گالی اور عار کے اندیشہ کی وجہ سے۔اس کے بعد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت عمرو سے نکاح کیا۔انہیں کے بطن سے انوشیرواں کے ۲۴ جلوس میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

آفتاب رسالت طلوع کی قریب ترین منزل پر پہنچ چکا تھا۔اس کی کرنیں جبین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر سپیدہ سحر رحمت بن کر درخشاں تھیں۔جس کی کشش سے مہ جبینانِ قریش کے قلوب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے بے چین رہتے۔ان دنوں عرب میں بے حیائی طرہ ریاست تھا۔جس کی رَو میں

کتنی عورتوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دعوتِ معصیت دی۔ لیکن اس پیکرِ عفت نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

ایک بار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حرم شریف میں گئے۔ ایک عورت کعبہ کے قریب کھڑی تھی۔ جس کا نام رقیقہ یا قتیلہ تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا وہ سو اونٹ جو تمہارے فدیہ میں ذبح ہونے تھے۔ مجھ سے لے لو اور میرا کہا مان لو۔ ایزد متعال کی امانتِ کبریٰ کے امین نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

اما الحرما فالممات دونہ	والحل لاحلُ فاستبینہ
حرام سے موت بہتر ہے	حلال کو حلال جانتا ہوں لیکن اعلان چاہتا ہوں
فکیف بالامر الذی تبغینہ	یحمی الکریم عرضہ و دینہ
تو جو چاہتی ہے وہ کیسے ہوسکتا ہے	شریف اپنی آبرو اور دین کو بچائے رکھتا ہے

اسی طرح ایک یہودیہ فاطمہ بنت مرالخثعمیہ نامی نے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فریب دینا چاہا تھا۔ یہ کاہنہ ہونے کے ساتھ ساتھ حسن و جمال میں یکتا اور دولت و مال میں ممتاز تھی۔ مگر حضرت عبداللہ نے جواب دیا باپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی متعدد عورتوں کے بارے میں روایات آئی ہیں۔ مگر ہر موقع پر صیانتِ الٰہیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بچالیا۔ کہ نورِ نبوت معصیت سے ملوث نہ ہو۔

انا ابنُ الذبیحین

چاہ زمزم کی کھدائی سے عبدالمطلب کا تفاخر اوجِ ثریا تک جا پہنچا۔ جوش مسرت میں منت مانی۔ اگر دس بیٹوں کو جوان دیکھوں تو خدا کے نام پر ایک کی قربانی کروں گا۔ فضلِ ایزدی سے وہ دن بھی آیا کہ ان کے دس بیٹے ان کی موجودگی میں جوان ہوئے۔ جن میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اتفاق کی بات منت یاد نہ رہی۔ ایک دن حرم میں سو رہے تھے۔ خواب دیکھا۔ کہنے والا کہتا ہے کہ عبدالمطلب اپنی منت پوری کرو۔ یہ گھبرا کر اٹھے اور ہانپتے کانپتے کہ سانس لینا دشوار تھا فوراً ایک دنبہ ذبح کر کے فقراء پر تقسیم کر دیا۔ دوبارہ خواب دیکھا اس سے بڑی قربانی کرو۔ اب کی بار انہوں نے ایک گائے ذبح کی پھر خواب دیکھا، اس سے بھی بڑی۔ بیدار ہو کر اونٹ کی قربانی کی۔ پھر خواب میں کہا گیا اس سے بھی بڑی۔ بیدار ہو کر اونٹ کی قربانی کی۔ دریافت کیا اس سے بڑی قربانی کیا ہے۔ جواب ملا۔ جوان بیٹا، جس کی منت مانی تھی۔

اب خواب سے بیدار ہو کر سخت متفکر تھے۔ مبادا جوان بیٹے اس کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ سب کو جمع کیا خواب سنایا۔ رگوں میں اسمٰعیلی خون رکھنے والے سعادت مندوں نے اپنی گردنیں خم کر دیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قرعہ ڈالا۔ اتفاق کی بات قرعہ آپ کی محبوب ترین اولاد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔

حضرت عبدالمطلب نے بلا چون وچرا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما اور چھری لے کر قربان گاہ پہنچ گئے۔ مکے میں شور مچ گیا۔ تمام قریش ٹوٹ پڑے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننہیال والے آڑے آئے۔ قریش کے روسا نے کہا: کیا کر رہے ہیں؟ آپ کی دیکھا دیکھی سب لوگ اپنی اولاد لا لا کر ذبح کرنا شروع کر دیں گے۔ مگر عبدالمطلب اپنے ارادہ سے باز نہ آئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا عزم محکم دیکھ کر قریش نے ایک تدبیر سوچی۔ عبدالمطلب سے کہا: حجاز کی کاہنہ کے پاس چلو اور وہ جو کہے اس

پر عمل کرو۔ قریش کے اصرار کے آگے عبدالمطلب کو سپر ڈال دینی پڑی۔ اس کاہنہ کے پاس گئے۔ سب واقعہ بتایا اس نے کہا: کل آنا اپنے موکل سے پوچھ لوں۔ دوسرے دن یہ لوگ جب اس کاہنہ کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا تمہارے یہاں خون بہا کی کیا مقدار ہے۔ قریش نے کہا دس اونٹ۔ کاہنہ نے کہا۔ دس اونٹ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ ڈالو۔ اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو انٹوں کو ذبح کرو۔ ورنہ دس اور بڑھاؤ۔ اسی طرح دس بڑھائے جاؤ۔ جب بجائے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو سمجھ لو کہ اللہ عزوجل عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بجائے اونٹوں کی قربانی پر راضی ہے۔ مکہ واپس ہو کر قرعہ اندازی ہوئی۔ سو اونٹوں پر جا کر اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ اطمینان کے لئے متعدد بار قرعہ اندازی ہوئی۔ جب بار بار قرعہ اندازی پر اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تب کہیں جا کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں سو اونٹ ذبح کئے گئے۔ انسانوں کے علاوہ وحوش وطیور نے اس ضیافتِ الٰہیہ میں وافر حصہ پایا اُسی وقت سے خون بہا کی مقدار سو اونٹ ہوگئی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اسی قربانی پر فخر کرتے ہوئے نور دیدہ عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ انا ابن الذبیحین۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانیوں پر آج اعتراض کیا جاتا ہے کہ اولاد کو قتل کرنا انتہائی سفاکانہ ووحشیانہ فعل ہے اس میں شک نہیں کہ جو لوگ عابد ومعبود، خالق ومخلوق کے تعلق سے واقف نہیں وہ اس تسلیم ورضا کی حقیت کو ہرگز نہیں سمجھ سکیں گے۔ انہیں یہ قربانیاں وحشت وبربریت ہی نظر آئیں گی۔ لیکن جو لوگ وجود باری کے قائل ہیں اور اپنی حیات وممات اور ان کے سارے انقلابات کو ماورائے عقل ایک بالادست ہستی کے زیر تصرف جانتے ہیں وہ اپنی جان ومال، اہل وعیال اس کے حکم کے بعد اس کے نام پر قربان کرنے کو انسانیت کی معراج سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ان تمام مذاہب میں جو وجود باری کے قائل ہیں اولاد کی قربانی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہے۔ علاوہ مسلمانوں کے

یہود ونصاریٰ کو لیجئے توان کے یہاں بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی کسی اولاد کو قربان کرنے کا قصہ فضائلِ ابراہیمی میں موجود ہے۔ افریقہ۔ یونان۔ ہندوستان۔ چین کے تمام مما لک میں یہ رسم جاری تھی۔ اور ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری تک موجود تھی۔ افریقہ اور نیپال کی بہت سی پہاڑی قوموں میں اب تک باقی ہے۔

اصل راز یہ ہے کہ مذاہب اپنے اندر کتنے ہی اختلاف رکھتے ہوں لیکن ایک تصور سب میں مشترک ہے کہ انسان کی جان و مال آل، واولاد سب اس کے معبود کا عطیہ ہے وہی انسان اور انسان کی کل کائنات کا مالک حقیقی ہے اسے اختیار کلی حاصل ہے کہ ہماری جان، مال، آل، اولاد کو جب چاہے واپس لے لے اور ان کا جو چاہے مصرف مقرر فرمادے۔ لَهُ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰی۔ اسی کا ہے جو لیا اور اسی کا ہے جو دیا۔

اسی بنا پر تمام مذاہب میں خیرات، صدقات، دَان پُن فریضہ الٰہی کے طور پر موجود ہے، جس طرح اس مالک علی الاطلاق کو یہ اختیار ہے کہ ہماری کمائیوں سے جتنا چاہے اپنے نام پر لے لے اسی طرح اسے یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے نام پر ہماری جان کی بھی قربانی طلب کرے جس طرح مال لٹانا انسان کے لئے باعث کمال ہے اسی طرح اس کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان قربان کر دینا وحشت و بربریت نہیں مایہ صد افتخار ہے، اسی اعتقاد کے مطابق تمام مذاہب میں مال کے ساتھ ساتھ جان کی قربانیوں کا دستور قائم ہوا۔

تاریخ عالم کو اٹھا کر دیکھو جب کوئی بادشاہ کسی کو سلطنت کا اہم منصب دینا چاہتا ہے تو پہلے اس کے خلوص ومحبت، جذبہ اتقیا دوجاں سپاری کو طرح طرح آزماتا ہے۔ اسی طرح بندگانِ الٰہی کو روحانی عہدے اور مناصب کے لئے بڑے بڑے جانی و مالی امتحانات دینے پڑتے ہیں۔

اس کی توضیح میں حضرت ابراہیم کے علاوہ حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات موجود ہیں۔ یہ امتحان ہی تو تھا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والد ماجد کی مہر پرور آغوش سے جدا ہو کر چاہ کنعان میں اور چاہ کنعان سے مصر کے بازار میں اور مصر کے بازار سے عزیز مصر کی غلامی میں مبتلا ہونا پڑا۔ یہ امتحان ہی تو تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا ہوتے ہی دریا کی

موجوں سے اور جوان ہوتے ہی ترک وطن سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ امتحان ہی تو تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندگی بھر کہیں چین نہ ملا آخر دار و رسن کی نوبت پہنچی ان امتحانات کے بعد جو مناصب انہیں ملے ان کے مقابلے میں یہ امتحان ہیچ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت کا عہدۂ جلیلہ دینا تھا تو پیدائش سے پہلے ہی جان خطرے میں پڑی۔ عہد طفلی میں تہہ خانے میں رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ آتش کدہ نمرود میں جانا پڑا' ترک وطن کرنا پڑا' ناموس خطرہ میں پڑا۔ ان سب میں کامیابی کے بعد ابھی ایک منزل باقی تھی انسان پر بہت سے ایسے مواقع آتے ہیں کہ اپنی جان تک دے دینی آسان سمجھتا ہے لیکن کسی کی رضاجوئی کے لئے اپنے جگر پارے کی گردن پر چھری چلانا وہ کٹھن منزل ہے جس پر بہ مشکل قدم جمتا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو منصب تھا وہ اس کا مقتضی تھا کہ تمام علائق دنیوی سے انقطاع کلی کا ثبوت پیش کریں۔ اس لئے اکلوتی اولاد کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ہوا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کا خلیل اس محیر العقول امتحان میں بھی اعلیٰ طور پر کامیاب رہا۔ قدرت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی خون کی طالب نہ تھی۔ بلکہ باپ بیٹے کے جذبۂ تسلیم و انقیاد کو آزمانا چاہتی تھی۔ چنانچہ تسلیم و رضا کے مراحل طے ہوتے ہی اعلان کر دیا۔

"قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ" (الصّٰفّٰت: ۱۰۵)

"اے ابراہیم علیہ السلام! بس تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا۔ ہم نکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں"

امتحان ہو چکا اپنے جلیل عہدے کا پروانہ لو۔

رہ گئے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اگرچہ جاہلیت کی ظلمات میں تعلیمات ابراہیمی کے انوار چھپ گئے تھے۔ لیکن گھنی گھٹاؤں کے گھر جانے کے بعد بھی آفتاب کی اتنی روشنی تو رہتی ہی ہے کہ انکھیارا رات دن میں تمیز کر لیتا ہے۔ ان کے دل میں اسوۂ ابراہیمی کی اتباع کا جذبہ کار فرما تھا تو جیسے وہ امر محمود ہے یہ بھی ہے جیسے وہ موجب ستائش ہے باعث صد عز و شرف یہ بھی ہے۔
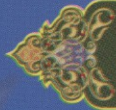
ایک اور موشگافی

اس موقع پر بعض لوگوں نے یہ بھی موشگافی کی ہے کہ یہ خواب تمثیلی تھا۔ ذبح ابن سے خدمتِ کعبہ کے لئے وقف کرنا مراد تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطائے اجتہادی سے اس خواب کو عینی سمجھا اور بیٹے کو ذبح کرنے پر تُل گئے یہی وجہ ہے کہ عین موقع پر ان کو روک دیا گیا۔ اس تاویل کی تائید میں دو باتیں پیش کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو عینی و تمثیلی دونوں قسم کے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ توراۃ میں جا بجا قربانی کا لفظ **وقف علی المعبد** کے معنی میں آیا ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو عینی کی طرح تمثیلی خواب بھی دکھائے جاتے ہیں اور نہ اس سے انکار ہے کہ توراۃ میں قربانی کا لفظ اس معنی میں آیا ہے لیکن اس سے ضرور انکار ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ خواب تمثیلی تھا اور اس خواب میں ذبح سے خدمتِ کعبہ کے لئے واقف مراد تھا اور یہ انکار مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ہے۔

ا............ نصوص میں اصل یہ ہے کہ اس کے معنی حقیقی مراد لئے جائیں جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ پایا جائے ورنہ امان اٹھ جائے جس کا جی چاہے جہاں چاہے بجائے معنی حقیقی کے مجازی مراد لے کر تمام شریعت کو پائمال کر کے رکھ دے یہاں آیت کے سیاق وسباق دیکھنے سے ظاہر ہے کہ معنی حقیقی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں تو بلاضرورت داعیہ اس سے **وقف علی الکعبہ** مراد لینا تفسیر قرآن نہیں تحریف معنی ہے۔

۲............ اگر یہ خواب تمثیلی تھا تو **قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا** نہ فرمایا جاتا۔ **قد اخطئت فی فھم الرءیا** فرمایا جاتا۔ بیٹے کی گردن پر چھری چلانے والے سے یہ نہ فرمانا کہ تم نے اپنا خواب سمجھنے میں غلطی کی بلکہ یہ فرمانا کہ تم نے خواب سچ کر دکھایا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خواب عینی تھا تمثیلی نہیں۔

۳............ توراۃ میں "**وقف علی المعبد**" کے معنی میں لفظ قربانی آیا نہ کہ لفظ ذبح۔ ماہرین لغت جانتے ہیں کہ قربانی اور ذبح میں کتنا فرق ہے "قربانی" اور "**وقف علی المعبد**" میں علاقہ ہے لیکن ذبح

اور ''وقف علی المعبد'' میں کوئی علاقہ نہیں بلکہ تنافی ہے وقف بقا چاہتا ہے اور ذبح کے لئے فنا لازم ہے۔

۴.......... پھر یہ کہ نظر قرآن کی تفسیر محاورات توراۃ سے کرنا کہاں تک درست ہے اسے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے وہ بھی اس صورت میں جب کہ توراۃ کا اکثر حصہ محرّف ہو چکا ہے۔

۵.......... ان سب باتوں سے قطع نظر اس قربانی کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ۔ (الصّٰفّٰت:۱۰۶) بلاشبہ یہ کھلا ہوا امتحان ہے

ظاہر ہے کہ ذبح سے مراد ''وقف علی المعبد'' لیں تو یہ کھلا ہوا امتحان سرے سے امتحان ہی نہیں رہ جاتا لیکن اگر ذبح کے معنی حقیقی مراد لئے جائیں تو پھر یہ امتحان امتحان ہے اور یقیناً اتنا بڑا کہ اس کی رفعتوں کے حضور ملائکہ کے بھی سر خم ہیں۔

شادی

کتب سماویہ میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا وقت آباء و اجداد کے کوائف اور حلیے مذکور تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ان علامتوں کو دیکھ کر اہل کتاب تاڑ گئے تھے کنز مخفی کا دُرّ یکتا انہیں کے پشت میں مکنون ہے۔ انہیں حسد ہوا کہ بنی اسرائیل اس سے محروم رہے۔ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی صورت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں۔ شام کے اہل کتاب کی ایک جماعت مسلح ہو کر اس مقصد کے لئے مکہ کے جنگلوں میں آ کر چھپ رہی۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے گئے۔ یہ کمینے کمین گاہ سے نکل کر حملہ آور ہوئے۔ ان کے حملہ کرتے ہی غیب سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور انہیں دفع کیا۔ وہیب بن عبد مناف یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنی بھتیجی آمنہ رضی اللہ عنہا کے لئے کسی شریف بَر کی تلاش تھی۔ اس واقعہ نے انہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جانب متوجہ کر دیا اور ان کی نگاہِ انتخاب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ گھر آ کر مشورہ کیا۔ اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے کچھ دوستوں کو منگنی کے لئے بھیجا۔ ادھر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی جوان بیٹے کی شادی کی فکر تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حسب و نسب حسن و جمال میں ممتاز تھیں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کیا

عذر ہوتا' منظور فرما لیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی ہوگئی۔

اسی موقع پر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ہالہ بنت وہیب' حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی چچازاد بہن سے عقد کیا۔ انہیں کے بطن سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

عامۂ کتب سیر میں یہ مذکور ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا عقد خود ان کے باپ وہب نے کیا تھا مگر یہ صحیح نہیں۔ ان کا انتقال بہت پہلے ہو چکا تھا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی پرورش اُن کے چچا وہیب نے کی تھی اور شادی بھی انہوں نے کی تھی۔ (مدارج)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنی زہرہ کی چشم و چراغ تھیں ان کا نسب ماں کی طرف سے قصی پر جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ شادی کے بعد دولہا تین دن سسرال میں رہتا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اسی رسم کے مطابق تین دن سسرال میں رہے۔ شادی کے وقت ان کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔

شادی کے پہلے ہی ہفتہ میں رب العلمین کی امانت کبریٰ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو تفویض ہوگئی۔ قولِ راجح کی بنا پر رجب کی ابتدائی تاریخ اور جمعہ کی شب تھی۔

وصال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال کے بارے میں علمائے سیر مختلف قول نقل کرتے ہیں۔ سب میں راجح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ولادت مبارکہ سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ حاکم نے قیس بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بطن مادر ہی میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ حاکم نے اسے ''علیٰ شرط مسلم صحیح'' کہا ہے۔ یہی امام مغازی ابن اسحٰق' امام واقدی' ابن سعد' بلاذری اور امام ذہبی کا قول ہے۔ وجہ ترجیح ظاہر ہے کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے جو بروایت صحیحہ مروی ہے۔ نیز واقعات ولادت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں جب کہ تمام جزئیات مُشرّح ہیں۔

وفات پاگئے۔ دارنابغہ میں مدفون ہوئے۔ قافلہ والے جب مکہ واپس ہوئے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ان کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا۔ انہوں نے واپس ہو کر وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایسا پُر درد مرثیہ کہا ہے کہ سن کر آج بھی دل پر چوٹ لگتی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمزدہ ہو کر بارگاہ الوہیت میں عرض کیا: الٰہی تیرا نبی یتیم ہو گیا، جواب ملا۔ کیا ہوا میں اس کا حافظ و حامی ہوں۔

(مدارج النبوت شریف ج:۲ص:۳۰، تاریخ الخمیس ج:۱ص ۳۴۱، زرقانی علی المواہب ج:۱ص:۲۰۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ترکہ میں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جن کا نام ام ایمن ہے۔ ام ایمن کا اصلی نام برکہ تھا۔ یہ سب ترکہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک جو محلہ بنو نجار کے محلے میں تھی اب یہ گھر مسجد نبوی کی جدید توسیع میں شامل ہو گیا ہے

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب دوم

ایام حمل میں برکات نبوت کا ظہور

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن اطہر میں جلوہ گر ہوئے تو مجھے عام عورتوں کیطرح کسی قسم کی گرانی، یا درد اور طبیعت کی ناخوش گواری محسوس نہ ہوئی۔

☆ میں خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے ندا دی اے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تم حمل سے ہو گویا کہ میں نہیں جانتی تھی کہ میں حمل سے ہوں اسکے بعد بتایا کہ تم ساری مخلوق سے افضل سے حاملہ ہو۔

☆ ہر مہینہ میں آسمان و زمین کے درمیان میں یہ آواز سنتی کہ تمہیں مبارک ہو وہ وقت قریب آپہنچا ہے کہ جان کائنات حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحب خیر و برکت ہیں۔

☆ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میرے شکم اطہر میں تھے کہ ایک دفعہ مجھ سے ایسا نور نکلا جس سے سارا جہان منور ہو گیا۔ اور میں نے بصرے کے محلات دیکھے اسی قسم کا ایک واقعہ ولادت باسعادت کے وقت بھی منقول ہے۔

(مدارج النبوت شریف، ج ۲ ص ۲۹)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلا واقعہ خواب میں رونما ہوا جبکہ دوسرا واقعہ عالم بیداری میں وقوع پذیر ہوا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص: ۱۱۹)

☆ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مادر محترمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے خواب میں کہا گیا جب تمہارا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام احمد اور محمد رکھنا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص: ۱۱۰)

☆ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت بطن مادر رضی اللہ عنہا میں منتقل ہوئے روئے زمین کے تمام چوپایوں خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ جل شانہ نے قوت گویائی بخشی اور انہوں نے بزبان فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ جل شانہ کا مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جسکے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت جان کائنات ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ (زرقانی ج: ۱ ص: ۲۰۳)

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا جب راستے میں چلتی تھیں تو پتھر موم کیطرح نرم ہو جاتے اور جب کنویں سے پانی بھرنا چاہتیں تو فوراً پانی کنویں کی تہہ سے آپکے قدموں میں بہنے لگتا۔ دھوپ میں سفید بادل کا ٹکڑا آپکے سر انور پر سایہ کرتا۔ (احسن المواعظ ص ۲۱ بحوالہ آثار الاول اخبار الدول)

نبی کریم ﷺ سے جو بات خلاف عادت قبل (اعلان) نبوت ظاہر ہوا اسکو ارصاص کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات ظاہر ہوا سے کرامت کہتے ہیں اور عام مومنین سے صادر ہوا سے معونت کہتے ہیں۔اور بیباک فجار یا کفار سے جو ان کے موافق ظاہر ہوا اسکو استدراج کہتے ہیں اور انکے خلاف ظاہر ہو تو اہانت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول ص ۱۰)

جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری قوم کا کوئی فرد میرے حال سے واقف نہ تھا۔ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ طواف کعبہ میں مشغول تھے میں تنہا گھر تھی میں نے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنی میں ڈر گئی، یہ پیر کا دن تھا میں نے دیکھا ایک سفید پرندہ آیا۔ اور اپنا پر میرے سینے پر ملا، میرا خوف جاتا رہا میں نے مڑ کر دیکھا شربت کا ایک پیالہ میرے پاس ہی پڑا تھا۔ میں نے پیا، پھر عورتوں کی ایک ٹولی دکھائی دی۔ یہ دراز قد خوبصورت عبد مناف کے قبیلے کی عورتوں کی طرح میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ انہیں میری حالت کا کیسے علم ہوا ہے اب مجھے تکلیف کا احساس ہونے لگا۔ اب ایک اور گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ مجھے یوں دکھائی دیا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک سفید ریشمی چادر پھیلا دی گئی ہے۔ مجھے مردوں کی ایک جماعت دکھائی دی جو آسمان پر کھڑی ہے ان کے ہاتھ میں چاندی کے سفید لوٹے ہیں، مجھے کستوری سے زیادہ خوش کن خوشبو آنے لگی۔ میرے دل میں خیال آیا کاش اس وقت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ گھر ہوتے میں نے پرندوں کی ایک ٹکڑی دیکھی۔ جو میرے مکان کی چھت پر بیٹھ گئی۔ ان کی آمد سے میرے مکان کی چھت بھر گئی۔ ان کی چونچیں سبز زمرد اور پر یاقوت سے بنے ہوئے تھے میں نے نگاہ اٹھائی تو مجھے مشرق و مغرب کے افق دکھائی دیے، علم لہرا رہے تھے۔ ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب میں کھڑا تھا۔ مجھے ایک علم کعبہ کی چھت پر لہراتا نظر آیا۔ اب مجھے دردزہ شروع ہوا اب ان عورتوں نے مجھے اپنے ہاتھوں سے امداد کرنا شروع کی۔ اس حالت میں جان کائنات ﷺ پیدا ہوئے میں نے دیکھا تو آپ سربسجود تھے اور اپنی انگشت شہادت آسمانوں کی طرف اٹھائی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رو کر التجا کی جا رہی ہو۔

اسی وقت آسمان سے بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ جان کائنات ﷺ کو لپیٹ کر اٹھا لیا گیا میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے سنا کہ کوئی منادی کر رہا ہے کہ "محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں لے جاؤ بحر و بر پر لے جاؤ تا کہ زمین کا ذرہ ذرہ آپ کو پہچان لے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا نام "ماحی" ہے تا کہ دنیا سے شرک محو ہو جائے،" آنکھ جھپکتے ہی بادل کا یہ ٹکڑا اوجھل ہو گیا۔ میں نے دیکھا جان کائنات ﷺ کو سفید کپڑے، جو ریشم

کا بنا ہوا ہے۔اس میں سنگ مرمر کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا واپس لایا گیا آپ کے ننھے ہاتھوں میں تین کنجیاں تھیں جن سے مراد یہ تھی کہ نصرت کی کنجی ہوا کی کنجی اور نبوت کی کنجی آپ کے سپرد کر دی گئی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادل کا ٹکڑا دکھائی دیا وہ پہلے سے بڑا بھی تھا اور نورانی بھی۔ مجھے اس بادل سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں۔ پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی۔اور لوگوں کی مختلف باتیں، پھر دوبارہ جان کائنات ﷺ میری نظروں سے غائب ہو گئے پہلے وقفہ سے یہ زیادہ وقفہ تھا۔کسی منادی دینے والے نے کہا ”محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں لے جاؤ تمام پیغمبروں کے سامنے لے جاؤ تمام روحوں کو زیارت سے مشرف ہونے دو۔جن وانس، طیور و وحوش، چرندے، پرندے، جان کائنات ﷺ کو دیکھ لیں اس بچے کو حضرت آدم کی صفات، حضرت نوح کی رقت، حضرت ابراہیم کی خلت، حضرت اسماعیل کی لسانی فصاحت، حضرت یوسف کا جمال، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت داؤد کی خوش آوازی، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یحیٰ کا زہد، اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا کرم دے دو تمام پیغمبروں کے اخلاق کو یکجا کر کے فطرت محمد ﷺ میں رکھ دو“ بادل کا یہ ٹکڑا بھی غائب ہو گیا۔اور میں نے دیکھا کہ جان کائنات ﷺ میرے پاس ہیں مجھے ایک منادی آئی ”مبارک ہو محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا پر تشریف لا رہے ہیں۔دنیا بھر کی مخلوق آج سے آپ کے قبضہ میں ہے۔وہ فرمان خداوندی آپ سے حاصل کرے گی“۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے تین شخص نظر آئے انکے چہرے آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ایک کے ہاتھ میں چاندی کا کوزہ، اس کوزے سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔دوسرے ہاتھ میں ہاتھ زمرد کا ایک طشت تھا۔اس کے چار پہلو تھے۔ ہر پہلو پر مروارید رکھا ہوا ہے کسی کہنے والے نے کہا: یہ دنیا ہے جس کی حدود مشرق و مغرب اور بحر و بر میں پھیلی ہوئی ہیں۔اے حبیب خدا ﷺ آپ جو کچھ چاہیں قبول کر لیں۔پھر مجھے ایک کہنے والے نے کہا آج سے کعبۃ اللہ کو عظمت ملی ہے کیونکہ جان کائنات ﷺ کی وجہ سے یہ قبلہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام بنے گا میں نے جان کائنات ﷺ کے ہاتھ میں سبز ریشم کا ٹکڑا دیکھا یہ ریشم نور سے بھرپور تھی جان کائنات ﷺ نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ایک ایسی انگشتری رکھی دکھائی دی۔کہ دیکھنے والی آنکھیں خیرہ رہ گئیں اس کو اس کوزے کے سفید پانی سے سات بار دھویا گیا۔

جان کائنات ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت رکھی گئی اس پر ریشم کا ٹکڑا باندھا گیا اور مشک اذفر کی دو تاریں باندھ دی گئیں پھر اس بچے کو میری گود میں رکھا گیا۔(زرقانی علی المواہب، ج ا، ص ۲۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خازن جنت حضرت رضوان بھی اسی حالت میں

حاضر ہوئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جان کائنات ﷺ کے کانوں میں تیز تیز باتیں کرتے جاتے تھے مجھے ان باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر جانِ کائنات ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر کہنے لگے۔ جان کائنات ﷺ! آپ کو مبارک ہو پیغمبری کا کوئی ایسا علم نہیں جو آپ کو عنایت نہ کیا گیا ہو۔ آپ ﷺ علم میں سب پیغمبروں سے برتر ہیں آپ ﷺ شجاعت میں سب سے زیادہ بہادر ہیں آپ ﷺ کے ہاتھ میں اللہ کی فتح کی کنجیاں ہیں اب آپ ﷺ کو کسی قسم کا ڈر یا خوف نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی شخص آپ ﷺ کا ذکر سن کر محبت اور ڈر سے محروم نہیں رہے گا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک اور شخص داخل ہوا اس نے پہلوں سے بھی زیادہ بات کی۔ جان کائنات ﷺ کے منہ پر منہ رکھ دیا اور چومنے لگا جس طرح کبوتر اپنے بچے کی چونچ پر چونچ رکھتا ہے۔ میں دیکھتی رہی۔ وہ محمد محمد ﷺ کہہ کر پکارے جاتا پھر کہتا زدنی زدنی اور ساتھ ہی انگلی سے اشارہ کرتا، پھر چومتا، کہتا اچھا دوست تمہیں مبارک ہو۔ تجھے پیغمبروں کی حلیمی عنایت کی گئی ہے اس نے جان کائنات ﷺ کو اٹھایا اور میری نظروں سے غائب کر دیا۔ میرا دل دھڑکنے لگا میں نے کہا اے قریش: آج کی رات میرے بچے کی ولادت ہے جو آتا ہے جو چاہتا ہے بچے سے کرتا ہے میں بے بس ہوں میرے قبیلے کا کوئی فرد میرے پاس نہیں۔ میں ان عجائبات میں گھری ہوئی ہوں میں ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بچے کو پھر میرے پہلو میں لا رکھا گیا۔

جانِ کائنات ﷺ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشندہ تھا۔ جان کائنات ﷺ کے جسم معطر سے کستوری سے بھی لطیف تر خوشبو مہکتی تھی۔ آواز آئی بچے کو لے لو ہم نے اسے مشرق و مغرب میں گھما لیا ہے۔ تمام پیغمبروں کے سامنے لے گئے ہیں ابھی ابھی اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے جانِ کائنات ﷺ کو گود میں لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تھا۔ اور کہا تم میرے بیٹوں کے سردار ہو۔ اوّلین و آخرین کے سردار ہو تمہیں دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف مبارک ہو۔ جو شخص جانِ کائنات ﷺ کے دین پر ہو گا قیامت کے دن محترم ہو گا اہل ایمان جانِ کائنات ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یہ بات کہتے ہوئے بچہ میرے حوالے کیا اور نظروں سے غائب ہو گیا اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اس رات طوافِ کعبہ میں مشغول تھا۔ آدھی رات ہوئی میں نے دیکھا کعبہ سجدہ ریز ہو رہا ہے۔ پھر سجدہ کرنے کے بعد اُٹھا میں نے تکبیر سُنی اللہ اکبر اللہ

اکبر رب محمد المصطفیٰ الا ان قد طھرنی ربی من انجاس المشرکین وارجاس الجاھلیۃ ''اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جان کائنات ﷺ کی برکت سے کفروشرک کی نجاست سے پاک فرمایا۔

پھر تمام بُت کانپنے لگے، منہ کے بل گرے، سب سے بڑا بت ہبل منہ کے بل اوندھا گر پڑا۔ کسی کی آواز آئی ''آمنہ کے ہاں محمد ﷺ پیدا ہوئے ہیں اور فردوس بریں سے یہ طشت اس کے غسل کے لئے لایا جا رہا ہے۔''

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کعبۃ اللہ کو اس حالت میں دیکھا، بتوں کو سرنگوں پایا، حیران رہ گیا میں سوچ نہ سکتا تھا کہ کیا کروں؟ اور کیا کہوں؟ آنکھوں پر ہاتھ ملے مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں، میرے منہ سے نکلا، کلّا وحاشا میں تو جاگ رہا ہوں۔ میں باب بنوشیبہ سے باہر نکلا، صفا کو دیکھا بلند و بالا نظر آیا۔ مروہ پر نگاہ ڈالی وہ کانپ رہا تھا ہر طرف سے یہ آواز سنائی دی۔

''اے سید قریش! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ڈر گئے ہو تمہیں کون بلا رہا ہے۔''؟

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر جانا چاہا تاکہ محمد ﷺ کو دیکھوں میں آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا دیکھا تو چھت پر بے پناہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مکہ کے پہاڑ سے بلند دکھائی دے رہے ہیں مکان کے دروازہ پر سفید بادل دکھائی دے رہے ہیں میں یہ ساری چیزیں دیکھ کر بے خود ہو گیا۔ جیسے مجھے غنودگی نے آلیا ہو مجھے پھر خیال آیا میں خواب دیکھ رہا ہوں مگر میں نے یقین کر لیا کہ بیداری میں ہوں مجھے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے مشک کی خوشبو اور نورانی شعاعیں نظر آئیں۔ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ بند تھا بچہ پیدا ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی نرم آواز سنی پھر جلدی سے دروازہ کھولنے کو کہا، میں بے تاب تھا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھولا سب سے پہلے میری اس مقام پر نظر پڑی جہاں نور مجسم محمد مصطفیٰ ﷺ پڑے تھے۔ مگر اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔ میں نے بڑی بے تابی سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو پوچھا یہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا آپ گھبرائے ہوئے ہیں کیا بات ہے؟ میں نے بتایا کہ میں نے جو حالات دیکھے ہیں اس کے بعد مجھے بچہ نظر نہیں آ رہا۔ اس لئے میں بے حد حیران ہوں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بتایا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں بچہ پیدا ہوا ہے مگر باہر بیٹھے ہوئے پرندے انہیں ﷺ اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں باہر سفید بادل

اسے اپنی لپیٹ میں لینا چاہتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے دیکھنے تو دو، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بتایا آج رات آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔ کیوں؟ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا؟ میں نے اس بچے کو جنم دیا تو ایک سروقد شخص جو چاندی کی شاخ کی طرح تھا اندر آیا مجھے کہنے لگا، آج اس بچے کو کوئی نہ دیکھے۔ تین دن تک اسے نہیں دکھایا جاسکتا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی تلوار کھینچی اور کہا حضرت سیدنا محمد ﷺ کو مجھے دکھاؤ ورنہ میں سر اڑادوں گا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا اچھا وہ سفید کپڑے میں شیر کی طرح لپٹے ہیں۔ سبز ریشم کا کپڑا نیچے بچھا ہوا ہے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہا مگر کسی زبردست ہاتھ نے انہیں روک دیا۔ شمشیر کھینچے، حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو روک دیا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کہاں جارہے ہو۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بتایا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے بتایا حضرت سیدنا محمد ﷺ کو دیکھنا چاہتا ہوں اس شخص نے کہا ہٹ جاؤ تمہیں اجازت نہیں کوئی آدم زاد اس بچے کو نہیں دیکھ سکتا تاوقتیکہ اللہ کے پاک فرشتے زیارت سے فارغ نہ ہوجائیں۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کانپنے لگے اور تلوار زمین پر گر پڑی باہر آئے قریش کو خبردار کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان بند کردی، سات دن تک آپ کسی سے بات نہ کرسکے۔ (شرف النبی ﷺ ص:۳۴-۳۹)

پہلے سجدے پہ روزِ اَزل سے درود

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت جو عجائبات دیکھے انکا بیان اسطرح فرماتی ہیں جان کائنات ﷺ کے نور کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آگئی۔ آتے ہی سجدے میں چلے گئے۔ سرانور اُٹھا کر اشھدان لاالہ الا اللہ انی رسول اللہ فرمایا۔ جسد انور سے تمام گھر روشن ہوگیا۔ غسل دینا چاہا تو غیبی ندا آئی اے صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے کو تکلیف نہ دو یہ قدرت سے غسل کئے ہوئے ہیں مختون پیدا ہوئے۔ کپڑے پہنانے لگی تو دونوں شانوں کے درمیان ایک گول نشان پایا جس پر کلمہ طیبہ مرقوم تھا۔ (ملخصاً عصیدۃ الشھدہ ص۱۱۲)

جان کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فوضعت محمداً فنظرت الیه فاذاهو ساجد قد رفع اصبعیه الی السماء کالمتضرع المبتهل

(سبل الھدی والرشاد ج:۱ص:۳۴۳، انوار محمدیہ ص:۳۳، سیرت حلبیہ ج:۱ص:۹۵، تاریخ الخمیس ج:اص:۲۰۳، مدارج النبوت، ج:۲،ص۳۲)

جب جان کائنات ﷺ تولد پذیر ہوئے تو میں نے دیکھا آپ سجدہ ریز ہیں شہادت کی دونوں انگلیاں تضرع وانکساری کرنے والے کیطرح آسمان کیطرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی حضرت امام حاکم رحمتہ اللہ علیہ نے مستدرک میں امام ابن اسحاق کی سند سے بیان فرمایا ہے۔

ولد رسول اللہ ﷺ لاثنتی عشرۃ لیلۃ من شھر ربیع الاول

جان کائنات ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۰۴)

حضرت امام ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ نے مصنف میں حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ

جان کائنات ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی (سبل الھدی والرشاد ج ا ص: ۳۳۴)

امام ابن ہشام رحمتہ اللہ علیہ نے سیرت ابن ہشام میں رقم فرمایا:

ولد رسول ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل.

جان کائنات ﷺ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

شیخ حسین بن محمد دیار بکری رحمتہ اللہ علیہ "تاریخ خمیس" میں درج فرماتے ہیں کہ:

جان کائنات ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے وعلیہ عمل اھل مکۃ فی زیارتھم موضع مولدہ " اور اس پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ وہ بارہ ربیع الاول کے دن آپ ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ (تاریخ الخمیس ج ا ص: ۳۶۱)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "مدارج النبوت" میں رقم فرمایا ۱۲ ربیع الاول کا قول زیادہ مشہور واکثر ہے اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے ولادت شریف کے مقام کی اسی رات زیارت کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھتے ہیں (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۰)

حضرت امام برھان الدین حلبی رحمتہ اللہ علیہ نے سیرت حلبیہ میں لکھا "حکی الاجماع علیہ و علیہ العمل الآن ای فی الامصار خصوصاً اھل مکۃ فی زیارتھم موضع مولدہٖ"

۱۲ ربیع الاول کو جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت پر اجماع نقل کیا گیا اور اسی پر تمام شہروں والوں کا عمل ہے خصوصاً اہل مکہ جائے ولادت نبوی ﷺ کی زیارت کرنے میں اس پر عمل پیرا ہیں۔

(انسان العیون، ج ا ص ۱۰۰)، (مزید دیکھئے، زرقانی، ج ا ص ۲۴۸، تواریخ حبیب الہ ص ۱۲، ماثبت بالسنہ۔ص ۹۸)

دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

عقیقہ وتسمیہ

جان کائنات ﷺ کے دادا محترم نے ساتویں روز ایک جانور جانِ کائنات ﷺ طرف سے ذبح فرمایا اور قریش کی دعوت کی جب وہ کھانا کھا چکے تو پوچھنے لگے اے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس نومولود کا کیا نام رکھا ہے آپ نے فرمایا اس کا نام محمد رکھا ہے انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے گھرانوں کے ناموں کو کیوں نظرانداز کیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا آسمان میں اللہ جل شانہ جانِ کائنات ﷺ تعریف فرماتا ہے اور دنیا میں مخلوق اُنکی مدح خوانی کرتی ہے۔ (سبل الھدی والرشاد ج۱، ص۳۶۰)

نام محمد ﷺ کے فضائل

جان کائنات ﷺ نے فرمایا جس نے میری محبت کیوجہ سے بیٹے کا نام محمد ﷺ رکھا تو باپ اور بیٹا دونوں جنت میں ہوں گے۔ محمد ﷺ نامی شخص جس کھانے میں شامل ہوگا اس میں دوگنی برکت ہوگی اور جس مشورہ میں شامل ہو تو اس میں ضرور خیر و بھلائی ظاہر ہوگی اور جس گھر میں ہو فرشتے اس گھر کی حفاظت کرتے ہیں۔ جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو تو محمد ﷺ نام رکھے زندہ رہے گا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نانا محترم ﷺ نے فرمایا جسکی بیوی حاملہ ہو تو وہ نیت کرے کہ اسکا نام محمد ﷺ رکھے گا تو چاہے پیٹ میں لڑکی ہی کیوں نہ ہو اللہ جل شانہ اسے لڑکا بنا دیگا۔ (ملخصاً انسان العیون ج:۱ص۱۴۲)

بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ۱۰۰ سال تک نافرمانی کی تورات شریف میں ہے وہ جب اسم محمد ﷺ دیکھتا تو اسے چومتا اور آنکھوں سے لگاتا اس کیوجہ سے اس کے گناہ معاف کردیے گئے اور ۷۰ حوروں سے اسکی شادی کردی گئی (ایضاً ملخصاً)

برکات میلاد شریف

جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی بشارت حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے (جو ابولہب کی باندی تھی) ابولہب کو پہنچائی ابولہب نے خوش ہوکر اسے آزاد کردیا تو اسکے صلہ میں حق تعالیٰ جل شانہ نے اس کے عذاب میں کمی کردی اور پیر شریف کے دن اس پر سے عذاب اُٹھا لیا جاتا۔ اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت ہے کہ جان کائنات ﷺ کی ولادت کی رات خوشی و مسرت کریں اور خوب مال وزر خرچ کریں۔ (ملخصاً مدارج النبوت ج:۲ص۳۵)

حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

لازال اھل الاسلام یحتفلون بشھر مولدہ ﷺ (زرقانی، ج:۱ص:۲۶۲،۲۶۱)

ہمیشہ سے مسلمان جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد کرتے آئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ نے میلاد شریف میں بھنے چنے پیش کیے انہیں جان کائنات ﷺ کا دیدار فرحت بار نصیب ہوا اور قبولیت کی نوید سنائی۔ (انفاس العارفین، ص ۲۸)

نواب صدیق حسن بھوپالی علیہ ما علیہ رقمطراز ہیں:

جسے میلاد شریف سن کر خوشی نہ ہو وہ مسلمان نہیں (شمامۃ العنبر یہ ص:۱۲)

حضرت شیخ ابو موسیٰ زرھونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

کہ میں خواب میں جان کائنات ﷺ کی زیارت سے شاد کام ہوا تو میں نے میلاد شریف کے سلسلہ میں دعوتوں کے بارے میں فقہا کرام رحمتہ اللہ علیہم کے اقوال (یعنی میلاد منانا جائز ہے خیرات وغیرہ کرنا) جان کائنات ﷺ کی جناب عالیہ میں عرض کئے تو فرمایا: من فرح بنا فرحنا بہ جو ہم سے خوش ہوتا ہے ہمیں اسکی بدولت خوشی ہوتی ہے (سبل الھدی والرشاد، ج:۱ص ۳۶۳)

رضاعت مبارکہ

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو تین راتیں خواب میں فرمایا گیا اپنے بچے کو بنی سعد بن بنی بکر میں آل ابی ذویب سے دودھ پلوانا حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا شوہر ابوذویب ہے۔ (سبل الھدی والرشاد ج۱ص ۳۸۶)

اللہ جل شانہ نے اپنی حکمت قدیمہ میں لکھ دیا تھا کہ جان کائنات ﷺ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا دودھ پلائے گی (تاریخ الخمیس ج:۱ص:۴۰۹)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ مجھے نہر میں پھینک دیا گیا ہے جسکا پانی دودھ کی طرح سفید ہے، شہد سے میٹھا ہے، زعفران کی سی خوشبو ہے، مکھن سے زیادہ نرم، شبنم سے زیادہ لطیف، مجھے کہا گیا پیٹ بھر کر پی لو کہ دل کی کوئی حسرت باقی نہ رہے میں پیتی گئی پھر کہا گیا دوبارہ پیو اور پیو حتیٰ کہ میں سیراب ہو گئی۔

پھر کہا گیا: میں تمہارا صبر وشکر ہوں اب تم وادی بطحا مکہ میں جاؤ وہاں تمہاری روزی اور خوشحالی انتظار کر رہی ہے ان شاء اللہ تم چودھویں کے چاند سا بچہ پاؤ گی جہاں تک ہو سکے یہ بات راز میں رکھنا۔ (شرف النبی ص ۴۰)

جان کائنات ﷺ کو دس خواتین نے دودھ پلایا

۱) سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے سات روز

۲) حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

۳) قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون نے جو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تھیں۔

۴) خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا

۵) ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنہا

۸،۷،۶) سفر میں بنی سلیم قبیلہ کی تین خواتین نے جانِ کائنات ﷺ کو دودھ پلایا رضی اللہ عنھن

۹) ام فروہ رضی اللہ عنہا

۱۰) حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا (ملخصاً سبل الھدی والرشاد: ج اص ۳۷۶)

جان کائنات ﷺ کو جن خواتین نے دودھ پلایا وہ تمام مسلمان تھیں۔ (انسان العیون ج اص ۱۴۹)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں برکات کا ظہور

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ آئی تو میری اونٹنی بھی ساتھ تھی وہ ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اور نہ ہی میرے پاس دودھ تھا جس سے بچہ شکم سیر ہو سکتا اسکی وجہ سے ہم تمام رات بچہ سمیت نہ سو سکے تھے۔ (سبل الھدی والرشاد: ج اص ۳۸۶، خصائص کبری ج اص ۱۳۸)

اور جب جان کائنات ﷺ کو لے کر اپنے پڑاؤ پر آئی تو میں نے اپنا دودھ جان کائنات ﷺ کو پلایا تو جانِ کائنات ﷺ سیراب ہو گئے پھر جانِ کائنات ﷺ کے بھائی کو پلایا تو وہ بھی سیر ہو گئے میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ دوھا اور ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے رات بسر ہوئی میرے شوہر نے کہا اے حلیمہ رضی اللہ عنہا میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بڑے خوش نصیب اور برکت والے صاحبزادے کو حاصل کر لائی ہو کیا تم نے اندازہ نہیں کیا؟ (ایضاً ص ۱۳۹) (سبل الھدی والرشاد ج اص ۳۸۷)

اسی طرح چند راتیں سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ میں گزاریں پھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کیا آپ سواری پر سوار ہو کر کعبۃ اللہ کے پاس سے گذریں تو سواری نے کعبہ شریف کیطرف تین سجدے کیے (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۶)

سواری گویا ہوئی اللہ جل شانہ نے مجھے موت کے بعد زندگی دی کمزوری کے بعد طاقت سے نوازا اے بنی سعد کی عورتو! تمہارا برا ہو تم غفلت و بے خبری میں ہو کیا تم جانتی ہو کہ مجھ پر کون سوار ہے

آپ ﷺ بہترین نبی، رسولوں کے سردار، اولین وآخرین سے افضل محبوب رب العالمین ﷺ ہیں

(انسان العیون ج ۱ ص: ۱۵۴)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے دائیں بائیں سے آواز آتی تھی اے حلیمہ تو مالدار بن گئی اور بنی سعد کی عورتوں میں بزرگ ترین ہوگئی ہو اور بکریوں کے جس ریوڑ کے پاس سے گذرتی بکریاں سامنے آکر کہتیں اے حلیمہ تم جانتی ہو تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ حضرت محمد ﷺ زمین وآسمان کے رب کے رسول ہیں اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور ہم جس منزل پر قیام کرتے ہیں اللہ جل شانہ اسے سرسبز وشاداب فرمادیتا باجودیکہ قحط سالی کا زمانہ تھا

(ملخصاًمدارج النبوت، ج ۲ ص ۳۸)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری سواری قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگی لوگ اسکی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہوکر ہمارے ساتھ آئی تھی۔ میں نے کہا خدا کی قسم ہاں یہ وہی جانور ہے انہوں نے کہا اللہ جل شانہ کی قسم اسکی بڑی شان ہے۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱ ص ۳۸۷)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا سنتی اور دیکھتی تھیں کہ پتھر اور درخت جان کائنات ﷺ کو سلام کرتے تھے اور درختوں کی شاخیں جان کائنات ﷺ طرف جھک جاتی تھیں۔

(مظہری ج: ۸ ص ۲۴۷)

نیز فرماتی ہیں بکریوں کا ریوڑ گزرا ایک بکری ریوڑ سے نکل کر آئی جان کائنات ﷺ کو سجدہ کیا اور جان کائنات ﷺ ماتھا چوما اور چلی گئی۔

(افضل المواعظ ص ۹)

رہ گئی ساری زمین عنبر سارا ہوکر

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں جان کائنات ﷺ کو لیکر قبیلہ بنی سعد میں داخل ہوئی تو ہر گھر سے کستوری کی خوشبو آنے لگی جان کائنات ﷺ محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱ ص ۳۸۷)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہمارے قبیلہ میں جب بھی کوئی شخص بیمار ہوجاتا تو وہ میرے گھر آتے جان کائنات ﷺ کا دست مبارک تکلیف کی جگہ پر رکھتے اور شفا پاتے ایسے ہی جانور بیمار ہوتے تو انکا علاج بھی ایسے کرتے تھے۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱ ص ۳۸۶)

تیری ہر ادا پر میری جاں فدا

وہ جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ولادت ہوئی اب اس
جگہ کو لائبریری بنا دیا گیا ہے

حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا
کا گھر مبارک جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اپنا بچپن گزارا

حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا
کا مزار مبارک

جان کائنات ﷺ کا جھولا فرشتوں کے جھولا دینے سے حرکت کرتا تھا اور سب سے پہلا کلام الله اکبر کبیراً والحمدلله کثیرا فرمایا۔ (سبل الھدی والرشاد ج اص ۳۴۹)

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مھد میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جان کائنات ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر دیر تک آپ ﷺ کا رخ زیبا تکتا رہا اس پر جان کائنات ﷺ نے فرمایا اے چچا جان کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپکی نبوت کی نشانیوں نے آپ ﷺ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی میں نے دیکھا آپ ﷺ جھولے میں تھے چاند سے باتیں فرماتے اور اپنی انگلی سے اسکی طرف اشارہ فرماتے جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا تو جان کائنات ﷺ نے فرمایا چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور اسکے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اسکی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا تھا۔

(خصائص کبریٰ ج:اص ۱۳۷)

جان کائنات ﷺ نے مزید فرمایا چچا جان یہ بعد کی باتیں ہیں آپکو اسوقت کے بارے میں بتاتا ہوں جب میں والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے شکم انور میں تھا مجھے اس ذات کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں شکم مادر میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سنتا تھا۔ (مجموعۃ الفتاوی عبدالحی لکھنوی ج ۲ ص:۹۷)

قالت حلیمة رضی الله عنهاما کنا نحتاج الی السراج من یوم اخذناه لان نور وجهه کان انور من السراج فاذا احتجنا الی السراج فی مکان جئنابه فتنورت الامکنة ببرکته ﷺ

(المظهری ج۵ ص ۲۰۵)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سے جان کائنات ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے ہمیں کبھی چراغ کی ضرورت نہ رہی اس لئے کہ جانِ کائنات ﷺ کا چہرہ انور چراغ سے زیادہ روشن تھا اگر ہمیں کہیں چراغ کی ضرورت پڑتی تو ہم جان کائنات ﷺ کو وہاں لے جاتے آپ ﷺ کی برکت سے تمام مقامات روشن ہو جاتے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جان کائنات ﷺ کو حجر اسود کا بوسہ دلوانے کیلئے آئیں

فخرج الحجر الاسود من مکانه حتی التصق بوجه الکریم ﷺ (المظهری ایضا)

تو حجر اسود اپنے مکان سے نکل کر جان کائنات ﷺ کے چہرہ مبارک سے چمٹ گیا۔

جان کائنات ﷺ کی برکت سے حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر، تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں تو ہم انکا دودھ دوہتے ہم بھی سیر ہو کر پیتے اتنا زیادہ ہوتا کہ پھر تقسیم کرتے ہماری قوم کے لوگ چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو وہاں چرایا کرو جہاں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں چرتی ہیں تو انہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کر دیں یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے ان کے اموال اور بکریوں میں خیر و برکت پیدا کر دی

(ملخصاً مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۷)

جان کائنات ﷺ دودھ ایک طرف سے نوش فرماتے دوسری طرف بھائی کے لئے چھوڑ دیتے۔

(ملخصاً سبل الھدی والرشاد ج ا ص ۳۹۱)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ جب میں جان کائنات ﷺ کو دودھ پلانے لگتی تو اتنا دودھ آنے لگتا جو دس یا اس سے بھی زیادہ بچوں کیلئے کافی ہوتا جب کسی خشک وادی سے گذرتی تو وہ فوراً سرسبز ہو جاتی۔ پتھر اور درخت جان کائنات ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے۔ جان کائنات ﷺ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو بدلی آ کر سایہ کرتی، کنویں پر تشریف لیجاتے تو کنویں کا پانی منڈیر پر آ جاتا جنگل کے جانور آپ کے پاس آ کر آپکو چومتے تھے۔

(ملخصاً المظہری ج ۵ ص: ۲۰۰)

جان کائنات ﷺ جس چیز کو بھی ہاتھ لگاتے تو بسم اللہ پڑھتے (انسان العیون ج ا ص ۱۵۸)

جان کائنات ﷺ نے کبھی بھی کپڑوں میں بول و براز نہ فرمایا آپ ﷺ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا۔ آپ ﷺ کے دھن اقدس پر سے دودھ وغیرہ کو صاف کرنا چاہتی تو غیب سے دھن اقدس صاف کر دیا جاتا تھا اگر ستر کھل جاتا اور میں ڈھانپنے میں دیر کرتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا تھا۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۷)

شق صدر شریف

حضرت سیدنا شداد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جان کائنات ﷺ نے فرمایا ایک دن میں لیث بن بکر میں اپنے رضائی بھائیوں کے ساتھ وادی میں تھا کہ یکا یک میری نظر تین مردوں پر پڑی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا انہوں نے مجھے ساتھیوں کے درمیان سے پکڑا میرے سب ساتھی محلے کی جانب بھاگ گئے اسکے بعد ان تینوں میں سے ایک نے نرمی کے ساتھ مجھے

زمین پر لٹایا اور ایک نے میرا سینہ ناف تک چاک کیا اور مجھے درد وغیرہ محسوس نہ ہوا۔ اسکے بعد پیٹ کی رگوں کو نکالا اور برف سے خوب انہیں غسل دیا پھر انہیں اپنی جگہ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا دوسرے شخص نے کہا اب تم ہٹ جاؤ اسکے بعد اس نے اپنے ہاتھ کو میرے پیٹ میں ڈال کر میرا دل نکالا میں اسے دیکھ رہا تھا پھر اسے چیرا اور لوتھڑا نکال کر پھینک دیا پھر اس دل کو اس چیز سے بھرا جو اس کے پاس تھی پھر اپنے ساتھیوں سے کچھ مانگا تو انہوں نے اسے نور کی انگوٹھی دی جس کی نورانیت سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں اسکے بعد میرے دل پر مہر لگائی تو میرا دل نور سے لبریز ہو گیا جسکی ٹھنڈک تمام عمر پائی۔ پھر دل شریف کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ سے ناف تک ہاتھ پھیرا تو تمام شگاف مل گیا مجھے کھڑا کیا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان کیطرف پرواز کر گئے (ملخصاً مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۹)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر چار بار ہوا اور اس میں نور و حکمت کا خزینہ بھرا گیا پہلی بار حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جسکا ابھی ذکر ہوا اسکی حکمت یہ تھی کہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان خیالات سے محفوظ رہیں جسکی وجہ سے بچے کھیل کود کیطرف مائل ہوتے ہیں دوسری بار دس سال کی عمر میں ہوا تاکہ جوانی کے خطرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے خوف ہو جائیں تیسری بار غار حرا میں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور کو نور و سکینہ سے بھر دیا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے گراں بوجھ کو برداشت کر سکیں چوتھی مرتبہ شب معراج شریف میں ہوا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی کے متحمل ہو سکیں۔ (ملخصاً فتح العزیز فارسی ج ۳ ص ۲۴۴)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دو سال تک دودھ پلایا پھر واپس لائیں اصرار کے بعد پھر واپس لے گئیں ۳ ماہ کے بعد واقعہ شق صدر ہوا تو پھر چھوڑ گئیں (ملخصاً سیرت رسول عربی: ص ۳۴)

ووجدک ضالا فھدی (الضحیٰ: ۷)

حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب شق صدر شریف کا واقعہ درپیش ہوا تو لوگوں نے مشورہ دیا قبل اسکے کہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچے بہتر یہی ہے کہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا اور دادا محترم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں تو میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر مکہ مکرمہ کیطرف چل دی جب مکہ شریف کے قرب وجوار میں پہنچے تو میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر کسی ضرورت سے چلی گئی جب واپس آئی تو جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ موجود نہ پایا تلاش بسیار کے باوجود جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہ مل سکے تو میں "وامحمداہ واولداہ" کہہ کر پکارنے لگی اتنے میں ایک بڑے میاں لاٹھی کے سہارے میرے

پاس آئے اور پوچھا کیوں رو رہی ہو میں نے کہا محمد بن عبد المطلب ﷺ گم گئے ہیں پھر بوڑھے نے کہا صبر کرو میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں وہ تمہیں مل جائیں گے پوچھا رہنمائی کرو اسنے کہا بڑے بت ہبل کے پاس جاؤ وہ جانتا ہے تمہارا فرزند کہاں ہے میں نے کہا تو نہیں جانتا جس رات جان کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ سب ٹوٹ کر اوندھے منہ گر پڑے تھے بوڑھا زبردستی مجھے بت کے پاس لے گیا اور بت سے میرا مقصد بیان کیا تو ہبل اور تمام بت منہ کے بل گر پڑے پھر انہوں نے کہا: انکا رب انہیں ضائع نہیں کرے گا وہ ہر حال میں انکا محافظ ہے۔

اسکے بعد میں حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی انہوں نے مجھے پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا تو میں نے بتایا کہ جان کائنات ﷺ گم گئے ہیں تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے تلاش کیا نہ مل سکے پھر آپ کعبہ معظّمہ میں تشریف لائے طواف کر کے دعا کی ہاتف غیبی نے آواز دی اے لوگو! غم نہ کھاؤ کیونکہ حضرت محمد ﷺ کا محافظ خدا ہے وہ خود حفاظت فرمائے گا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ہاتف حضرت محمد ﷺ کہاں ہیں؟ وادی تہامہ میں ہیں جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ وہاں پہنچے دیکھا تو جان کائنات ﷺ درخت کے نیچے جلوہ افروز ہیں اور اس کے پتے چن رہے ہیں حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا من انت یا غلام: اے فرزند تو کون ہے؟ جان کائنات ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری جان تم پر قربان ہو میں تمہارا دادا عبد المطلب ہوں پھر انہیں سواری پر بٹھا کر خوش خوش مکہ مکرمہ آئے بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقہ میں دیئے اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو قسم قسم کے انعام واکرام سے مالا مال فرمایا وہ اپنے قبیلہ کی جانب تشریف لے گئیں۔

بعض مفسرین کرام رحمتہ اللہ علیہم نے "ووجدک ضالا فھدی (الضحیٰ:۷)" کی یہی تفسیر فرمائی۔ (ملخصاً مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰)
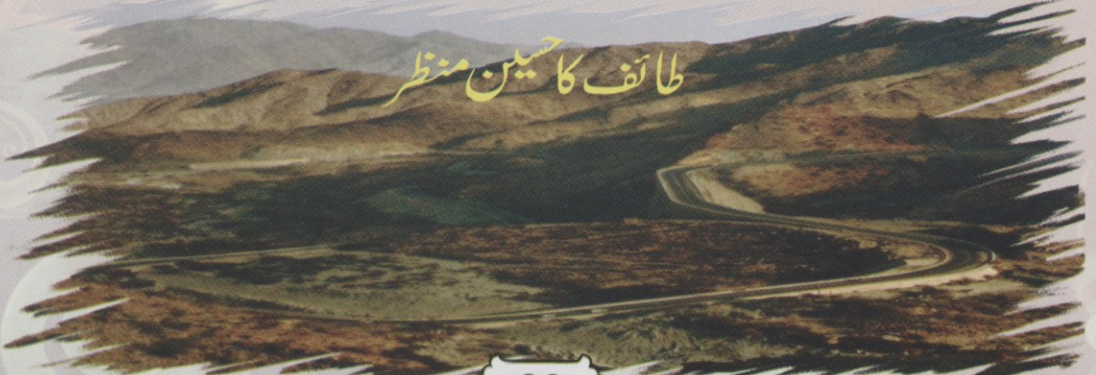
جان کائنات ﷺ سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس

جان کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لیکر اپنے میکے مدینہ منورہ میں گئیں ایک ماہ وہاں قیام فرمایا پھر واپس مکۃ المکرمہ آتے وقت مقام ''ابواء'' میں وصال فرما گئیں آپکی قبر منور وہیں ہے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی لونڈی تھیں جنکے بارے میں جان کائنات ﷺ نے فرمایا ''ام ایمن امی بعد امی'' ام ایمن میری والدہ کے بعد میری والدہ ہیں۔تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پانچ دن بعد جان کائنات ﷺ کو لیکر حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیا اس وقت جان کائنات ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔

(ملخصاً انسان العیون ج ا ص ۱۸۰)

حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنی کفالت میں لے لیا تو وہ جان کائنات ﷺ سے اپنی اولاد سے بڑھ کر شفقت فرماتے۔کھانا لایا جاتا تو جان کائنات ﷺ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیتے اکثر اوقات اپنی ران مبارک پر بٹھالیتے ،عمدہ کھانا کھلاتے اگر کھانا جان کائنات ﷺ کی غیر موجودگی میں آتا تو کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے یہاں تک جان کائنات ﷺ تشریف لے آتے کعبہ معظّمہ کے سایہ میں حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کیلئے بچھونا بچھایا جاتا اس پر انکے علاوہ کوئی نہیں بیٹھتا تھا سرداران قریش ارد گرد بیٹھتے تھے ایک دن جان کائنات ﷺ تشریف لائے اور بچھونے پر بیٹھ گئے ایک شخص نے کھینچا تو جان کائنات ﷺ کے رونے کی آواز حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑی اس وقت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔پوچھا کہ میرا نور نظر کیوں رو رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جان کائنات ﷺ بچھونے پر بیٹھے تو ہم نے منع کیا اور کھینچا نیچے اتارنے کیلئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے فرزند ارجمند کو اس پر بیٹھنے دو یہ شرف کے اس مقام پر پہنچیں گے جہاں کوئی عربی نہ پہلے نہ بعد میں پہنچا ہو گا

(ملخصاً سبل الھدی والرشاد ج ۲ ص ۱۳۱)

جان کائنات ﷺ کی مبارک آنکھوں میں کوئی مرض لاحق ہوا اس وقت جان کائنات ﷺ کی عمر مبارک ۷ سال تھی مکہ مکرمہ میں علاج کیا گیا لیکن جان کائنات ﷺ صحت یاب نہ ہو سکے حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا فلاں کوچے میں عکاظ راہب رہتا ہے اور وہ آنکھوں کا علاج کرتا ہے تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ جان کائنات ﷺ کو لیکر اسکے پاس گئے تو اسکا عبادت خانہ بند ہو چکا تھا تو عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے باہر سے آواز دی اس نے کوئی جواب نہ دیا تو اسکے عبادت خانہ میں زلزلہ آ گیا

اسے خوف ہوا کہ کہیں اس پر عبادت خانہ گر نہ جائے تو وہ فوراً باہر آیا اور کہا یہ اس اُمت کا نبی ﷺ ہے پھر واپس چلا گیا غسل کر کے کپڑے پہن کر آ گیا اور اپنے صحیفے کو کھول لیا کبھی صحیفے کیطرف دیکھتا اور کبھی جان کائنات ﷺ کیطرف دیکھتا پھر اس نے کہا اللہ جل شانہ کی قسم آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کا علاج آپ ﷺ کے پاس ہے آپ ﷺ کا لعاب آنکھوں میں لگاؤ آپ رضی اللہ عنہ نے لعاب لگایا تو فوراً آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ (انسان العیون: ج اص ۱۹۱)

قریش میں شدید قحط پڑا ہوا تھا یہ قحط مسلسل کئی سال تک رہا اسوقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے غیبی اشارات کے بعد جان کائنات ﷺ کے ساتھ بارش کی دعا کی جان کائنات ﷺ آپ کے کندھوں پر بیٹھے تھے پھر زور کی بارش ہوئی جس سے کئی سالوں کی خشکی ختم ہوئی ایک سو دس سال کی عمر میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے جان کائنات ﷺ کی عمر اسوقت ۸ سال تھی۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۲)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو آب زم زم اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے لئے ان کے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما متولی ہوئے حالانکہ اس وقت وہ تمام بھائیوں میں چھوٹے تھے تو یہ تولیت ہمیشہ انکے پاس رہی آج تک یہ تولیت آل عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج اص ۱۶۲)

جان کائنات ﷺ حضرت ابوطالب کے پاس

حضرت ابوطالب کا نام مبارک عبد مناف ہے۔ (انسان العیون ج اص ۱۹۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطالب کے درمیان محبت بہت زیادہ تھی۔ (مدارج النبوت، ج:۲، ص ۴۲)

حضرت زبیر، حضرت عبداللہ، حضرت ابوطالب کی والدہ ایک تھیں حضرت فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا۔

تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطالب کو وصیت فرمائی کفالت کی یا جان کائنات ﷺ نے انکا انتخاب فرمایا۔ یا حضرت زبیر، حضرت ابوطالب میں قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت ابوطالب کے نام کا قرعہ نکلا۔

(تاریخ خمیس ج اص ۴۶۳)

اس طرح حضرت ابوطالب نے جان کائنات ﷺ کو آغوش تربیت میں لے لیا۔ حضرت ابوطالب جان کائنات ﷺ سے شدید محبت فرماتے تھے، جان کائنات ﷺ کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے جان کائنات ﷺ کا بستر مبارک اپنے دائیں پہلو میں بچھاتے گھر کے اندر اور باہر جان کائنات ﷺ کو ساتھ رکھتے تھے۔

حضرت ابوطالب کے عہد کفالت میں مکہ مکرمہ میں قحط پڑا لوگ جمع ہو کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے تاکہ

آپ بارش کیلئے دعافرمائیں ان قریشیوں میں بچے بھی تھے ان میں ایک فرزند روشن سورج کی مانند نکلا جنکے چہرہ انور پر ابر کا پردہ پڑا ہوا تھا حضرت ابوطالب نے اس فرزند جلیل کو پکڑ کر کعبہ معظّمہ کے ساتھ اس کی پشت ملادی اس مبارک فرزند نے اپنی برکت والی انگلی سے اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر بدلی کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اسکے بعد بادل ہر جانب سے گھر کر آگئے اور اتنا برسے کہ ندی نالے بھر گئے اس وقت حضرت ابوطالب نے جان کائنات ﷺ کی شان میں قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی وعصمة للارامل

جان کائنات ﷺ ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ انکے رخ انور کے ذریعے بدلی سے بارش طلب کیجاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۲)

جان کائنات ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سر انور میں تیل لگا ہوتا اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔ (شرح شمائل مناوی ج ا ص ۲۶)

جان کائنات ﷺ جب دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے تو حضرت ابوطالب اور دوسرے اہل خانہ شکم سیری اور لطف محسوس کرتے اتفاقاً اگر جان کائنات ﷺ موجود نہ ہوتے تو حضرت ابوطالب گھر والوں سے کہتے ٹھہر جاؤ جان کائنات ﷺ کے آنے کے بعد شروع کریں گے اگر غذا میں دودھ ہوتا تو پھر حضرت ابوطالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے جان کائنات ﷺ کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں اور بعد میں خود نوش فرماتے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے جان کائنات ﷺ نے بچپن سے لے کر ساری زندگی کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کی۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۱۹۷)

جان کائنات ﷺ اگر کھانے میں شریک نہ ہوتے تو وہ بھوکے رہ جاتے تھے۔ (سبل الھدی والرشاد: ج ۲ ص ۱۳۵)

سفر شام اور بحیرا راہب

جان کائنات ﷺ کی عمر مبارک جب ۱۲ سال ہوئی تو اسوقت حضرت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ جان کائنات ﷺ سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لئے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے جان کائنات ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا دو مرتبہ ملک شام گئے۔ اور ایک بار یمن تشریف لے گئے۔ یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے۔ اس سفر کے دوران ''بصریٰ'' میں ''بُحیریٰ'' راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراۃ اور انجیل میں بیان

کی ہوئی نبی آخرالزمان کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ والوں کی دعوت کی۔ اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور "رب العالمین" کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کو خدا نے "رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم" بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر وحجر ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور ابر ان پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ۔ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیریٰ راہب کے کہنے پر ابوطالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا۔ اور بہت جلد جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ بحیرہ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔

(ترمذی ج ۲ باب ماجاء فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بحیر با کے فتحہ اور حا کے کسرہ کے ساتھ ہے اسکا نام جرجیس تھا۔ عیسائیت کا علم جس پر ختم ہوتا وہی شخص اس عبادت گاہ میں قیام پذیر ہوتا تھا۔ (انسان العیون ج ا ص ۱۹۹)

اس صومعہ میں وہ کیوں بیٹھا تھا؟

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں جب کوئی قریش کا قافلہ گزرتا تو وہ صومعہ سے نکل کر جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم شدہ نشانیوں کی بنا پر تلاش کرتا جب وہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاتا تو واپس صومعہ میں چلا جاتا (مدارج النبوت ج:۲، ص۴۳)

کیا بحیرا ایمان بھی لایا کہ نہیں؟

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیئے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آجاتا۔ بحیرہ اس صورت حال کو حیرت وتعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی اور قافلہ والوں کو بلایا تو ابوطالب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا: قافلے والو! کیا کوئی تم میں ایسا شخص رہ گیا ہے جو یہاں نہیں آیا ہے۔ پھر انہوں نے جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلایا اور بادل کا ٹکڑا ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سایہ

کئے ہوئے آیا۔ جب یہ قافلہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرا نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے السلام علیک یا رسول اللہ ۔اس نے جان کائنات ﷺ کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو اسی طرح پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرا نے اسے بوسہ دیا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو جان کائنات ﷺ پر آپ ﷺ کے اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ جیسے حبیب نجار، اصحاب قریہ وغیرہ کے قصے میں ہے۔ ابو مندہ اور ابو نعیم اسے صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ اس سفر میں سات افراد روم سے جان کائنات ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے۔ بحیرا نے دلائل واضح سے جان کائنات ﷺ کی نبوت ان پر ثابت کر دی تھی۔ کہا تھا کہ یہ فرزند وہی ہے جس کی تعریف و توصیف، توریت و انجیل اور زبور میں آئی ہے۔ یہ بھی کہا کہ خدا جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ منقول ہے کہ بحیرا نے ابو طالب کو وصیت کی کہ یہود و نصاریٰ سے جان کائنات ﷺ کی خوب حفاظت کریں کیونکہ یہ فرزند نبی آخر الزمان ہوگا اور ان کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہوگا۔ انہیں شام لے کر نہ جاؤ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں اس کے بعد ابو طالب اپنا سامان تجارت فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۳)

جان کائنات ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل کارنامے

جنگ فجار:۔

اسلام سے پہلے عربوں میں لڑائیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری تھا۔ انہی لڑائیوں میں ایک مشہور لڑائی ''جنگ فجار'' کے نام سے مشہور ہے۔ عرب کے لوگ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، اور رجب کے ان چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور ان میں لڑائی کرنے کو گناہ جانتے تھے۔ یہاں تک کے عام طور پر ان مہینوں میں لوگ تلواروں کو نیام میں رکھ دیتے اور نیزوں کی برچھیاں اتار لیتے تھے۔ مگر اس کے باوجود کبھی کبھی کچھ ایسے ہنگامی حالات درپیش ہو گئے کہ مجبوراً ان مہینوں میں بھی لڑائیاں کرنی پڑیں۔ تو ان لڑائیوں کو اہل عرب ''حروب فجار'' (گناہ کی لڑائیاں) کہتے تھے۔ سب سے آخری جنگ فجار جو قریش اور ''قیس'' کے قبیلوں کے درمیان ہوئی اس وقت جان کائنات ﷺ کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے اس لئے ابو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں کے ساتھ آپ ﷺ نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی۔ مگر کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ صرف اتنا ہی کیا کہ اپنے چچاؤں کو تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے رہے۔ اس لڑائی میں پہلے ''قیس'' پھر ''قریش'' غالب آئے اور آخر کار صلح پر اس لڑائی کا خاتمہ ہو گیا (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۸۶)

حلف الفُضول

روز روز کی لڑائیوں سے عرب کے سینکڑوں گھرانے برباد ہو گئے تھے۔ ہر طرف بدامنی اور آئے دن کی لوٹ مار سے ملک کا امن وامان غارت ہو چکا تھا۔ کوئی شخص اپنی جان و مال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام اس وحشت ناک صورت حال سے تنگ آ کر کچھ صلح پسند لوگوں نے جنگ فجار کے خاتمہ کے بعد ایک اصلاحی تحریک چلائی۔ چنانچہ بنو ہاشم بنو زہرہ، بنو اسد وغیرہ، قبائل قریش کے بڑے بڑے سرداران عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے۔ اور جان کائنات ﷺ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ موجودہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی معاہدہ کرنا چاہیے چنانچہ خاندان قریش کے سرداروں نے ''بقائے باہم'' کے اصول پر ''جیو اور جینے دو'' کے قسم کا ایک معاہدہ کیا۔ اور حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ۔
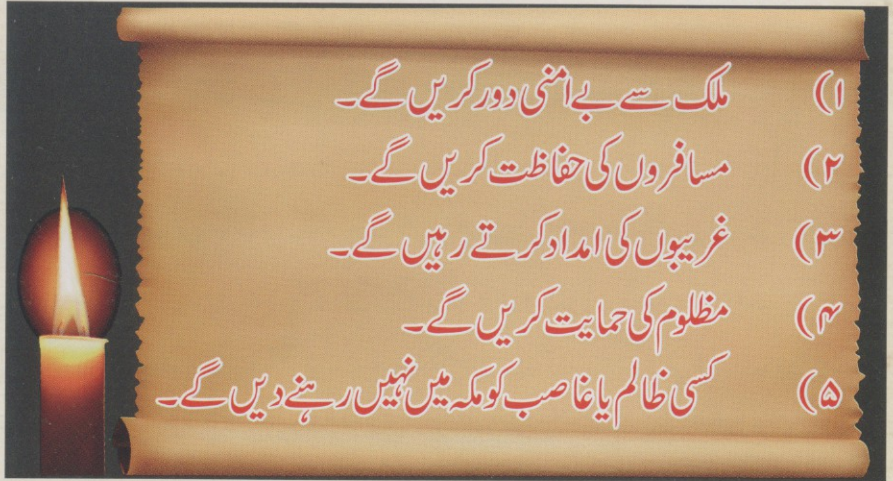
اس معاہدہ میں جان کائنات ﷺ بھی شریک ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ معاہدہ اس قدر عزیز تھا کہ اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھ اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے میں کوئی مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا ''ال حلف الفضول'' کہہ کر مجھے مدد کے لئے پکارے تو میں اس کی مدد کے لئے تیار ہوں۔

اس تاریخی معاہدہ کو ''حلف الفضول'' اس لئے کہتے ہیں کہ قریش کے اس معاہدہ سے بہت پہلے مکہ میں قبیلہ جرہم کے سرداروں کے درمیان بھی بالکل ایسا ہی ایک معاہدہ ہوا تھا اور چونکہ قبیلہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب لوگوں کا نام فضل تھا یعنی فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ اس لئے اس معاہدہ کا نام ''حلف الفضول'' رکھ دیا گیا۔ یعنی ان چند آدمیوں کا معاہدہ جن کے نام فضل تھے۔

(سیرت ابن ہشام ج:۱،ص ۱۳۴)

ملک شام کا دوسرا سفر
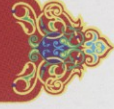
جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تقریباً پچیس سال کی ہوئی تو جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت وصداقت کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک بہت ہی مالدار عورت تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اُن کو ضرورت تھی کہ کوئی امانت دار آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ اپنی تجارت کا مال وسامان ملک شام بھیجیں۔ چنانچہ ان کی نظر انتخاب نے اس کام کے لئے جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مالِ تجارت لے کر ملک شام جائیں جو میں معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ودیانت داری کی بنا پر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سے دوگنا پیش کروں گی۔ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ اور تجارت کا مال وسامان لے کر ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک معتمد غلام ''میسرہ'' کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام کے مشہور شہر ''بصریٰ'' کے بازار میں پہنچے تو وہاں ''نسطوراء'' راہب کی خانقاہ کے قریب میں ٹھہرے ''نسطوراء'' میسرہ کو بہت پہلے سے جانتا پہچانتا تھا۔ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھتے ہی ''نسطوراء'' میسرہ کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ اے میسرہ! یہ کون شخص ہیں جو اس درخت کے نیچے اتر پڑے ہیں؟ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ مکہ کے رہنے والے ہیں۔ اور خاندان بنو ہاشم کے چشم وچراغ ہیں ان کا نام نامی ''محمد'' اور لقب ''امین'' ہے۔ نسطوراء نے کہا کہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس درخت کے نیچے آج تک کبھی کوئی نہیں اترا۔ اس لئے مجھے یقین کامل ہے کہ ''نبی

آخرالزماں ﷺ'' یہی ہیں۔ کیونکہ آخری نبی ﷺ کی تمام نشانیاں جو میں نے توریت وانجیل میں پڑھی ہیں وہ سب میں ان میں دیکھ رہا ہوں کاش میں اس وقت زندہ رہتا جب یہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے تو میں ان کی بھرپور مدد کرتا اور پوری جاں نثاری کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر گزار دیتا۔ اے میسرہ! میں تم کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ خبردار! ایک لمحہ کے لئے بھی تم ان سے جدا نہ ہونا۔ اور انتہائی خلوص وعقیدت کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ''خاتم النبیین ﷺ'' ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔

جان کائنات ﷺ بصری کے بازار میں بہت جلد تجارت کا مال فروخت کر کے مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ واپسی میں جب آپ ﷺ کا قافلہ شہر مکہ میں داخل ہونے لگا تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بالاخانے پر بیٹھی ہوئی قافلہ کی آمد کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ جب ان کی نظر جان کائنات ﷺ پر پڑی تو انہیں ایسا نظر آیا کہ دو فرشتے آپ ﷺ کے سر پر دھوپ سے سایہ کیے ہوئے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قلب پر اس نورانی منظر کا ایک خاص اثر ہوا۔ اور وہ فرط عقیدت سے انتہائی والہانہ محبت کے ساتھ یہ حسین جلوہ دیکھتی رہیں۔ پھر اپنے غلام میسرہ سے انہوں نے کئی دن کے بعد اس کا ذکر کیا۔ تو میسرہ نے بتایا کہ میں پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میں نے بہت سی عجیب وغریب باتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میسرہ نے نسطوراء راہب کی گفتگو، اور اس کی عقیدت ومحبت کا تذکرہ بھی کیا۔ یہ سن کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ سے بے پناہ قلبی تعلق، اور بے حد عقیدت ومحبت ہوگئی اور یہاں تک ان کا دل جھک گیا کہ انہیں آپ ﷺ سے نکاح کی رغبت ہوگئی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ص ۲۷)

نکاح

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا مال و دولت کے ساتھ انتہائی شریف اور عفت مآب خاتون تھیں۔اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی وجہ سے ان کو طاہرہ (پاکباز) کہا کرتے تھے۔ان کی عمر چالیس سال کی ہوچکی تھی پہلے ان کا نکاح ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا تھا۔اور ان سے دولڑکے ''ہند بن ابوہالہ اور ہالہ بن ابوہالہ پیدا ہوچکے تھے۔پھر ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے کیا۔ان سے بھی دو اولاد ہوئی۔ایک لڑکا عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی ہند بنت عتیق'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے شوہر ''عتیق کا بھی انتقال ہوچکا تھا بڑے بڑے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد نکاح کے خواہش مند تھے لیکن انہوں نے سب پیغاموں کو ٹھکرا دیا۔مگر جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ اخلاق و عادات کو دیکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیرت انگیز حالات کو سن کر یہاں تک ان کا دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوگیا کہ خود بخود ان کے قلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت پیدا ہوگئی۔کہاں وہ بڑے بڑے مالداروں اور شہر مکہ کے سرداروں کے پیغاموں کو رد کر چکی تھیں۔اور یہ طے کر چکی تھیں کہ اب چالیس برس کی عمر میں تیسرا نکاح نہیں کروں گی اور کہاں خود ہی جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔جو ان کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ان سے جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ذاتی حالات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں پھر نفیسہ بنت امیہ کے ذریعہ خود ہی جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔مشہور امام سیرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرنے کی جو وجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے وہ خود ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

''انی قد رَغِبتُ فِیکَ لحُسنِ خُلُقِکَ وَ صِدقِ حَدیثِکَ''

یعنی میں نے آپ کے اچھے اخلاق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا۔

(زرقانی علی المواہب ج ا ص ۲۰۰)

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابوطالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔بھلا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن شریف، عقلمند، اور مالدار عورت سے شادی کرنے کو کون نہ کہتا؟ سارے خاندان والوں نے نہایت خوشی کے ساتھ اس رشتہ کو منظور کرلیا۔اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوئی اور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوطالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شرفاء بنی ہاشم و سردارانِ مضر کو اپنی برات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے

مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔ اس نکاح کے وقت ابو طالب نے نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ سے بہت اچھی طرح اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے جان کائنات ﷺ کے خاندانی بڑے بوڑھوں کا آپ ﷺ کے متعلق کیسا خیال تھا۔ اور آپ ﷺ کے اخلاق و عادات نے ان لوگوں پر کیسا اثر ڈالا تھا۔ ابو طالب کے اس خطبہ کا ترجمہ یہ ہے۔

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل، اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور ہم کو معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا۔ اور اپنے گھر کعبہ کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا۔ اور ہم کو علم و حکمت والا گھر، اور امن والا حرم عطا فرمایا۔ اور ہم کو لوگوں پر حاکم بنایا۔

یہ میرے بھائی کا فرزند محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وعلی ابیھا وسلم ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے جس شخص کا بھی اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے یہ اس سے ہر شان میں بڑھا ہوا ہی رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے لیکن مال تو ایک ڈھلتی ہوئی چھاؤں، اور ادل بدل ہونے والی چیز ہے۔ اما بعد! میرا بھتیجا محمد ﷺ وہ شخص ہے جس کے ساتھ میری قرابت اور قربت و محبت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کرتا ہے۔ اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے۔ اور اس کا مستقبل بہت ہی تابناک، عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔ (زرقانی علی المواہب ج ۱، ص ۲۰۱)

جب ابو طالب اپنا یہ ولولہ انگیز خطبہ ختم کر چکے تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ پڑھا جس کا مضمون یہ ہے۔

خدا ہی کے لئے حمد ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا۔ جیسا کہ اے ابو طالب! آپ نے ذکر کیا۔ اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں ہیں جن کو آپ نے شمار کیا بلا شبہ ہم لوگ عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ بھی تمام فضائل کے اہل ہیں کوئی قبیلہ آپ لوگوں کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص آپ لوگوں کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا اور بے شک ہم لوگوں نے نہایت ہی رغبت کے ساتھ آپ لوگوں کے ساتھ ملنے اور رشتہ میں شامل ہونے کو پسند کیا۔ لہٰذا اے قریش! تم گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمد بن عبداللہ ﷺ کی زوجیت میں دیا چار سو مثقال مہر کے بدلے۔ غرض حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جان کائنات ﷺ کا نکاح ہو گیا اور جان کائنات ﷺ کا خانہ معیشت ازدواجی زندگی کے ساتھ آباد ہو گیا۔

حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تقریباً ۲۵ برس تک جان کائنات ﷺ کی خدمت میں رہی۔ اور ان کی زندگی میں جان کائنات ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا اور جان کائنات ﷺ کے ایک فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا باقی کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ (زرقانی ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر
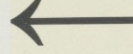
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
کا مزار مبارک اب
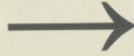
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
کا مزار مبارک پہلے

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ
کا مزار مبارک
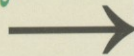
کعبہ کی تعمیر

جان کائنات ﷺ کی راست بازی، اور امانت و دیانت کی بدولت خداوند عالم نے جان کائنات ﷺ کو اس قدر مقبول خلائق بنا دیا۔ اور عقل سلیم اور بے مثال دانائی کا ایسا عظیم جوہر عطا فرما دیا کہ کم عمری میں جان کائنات ﷺ نے عرب کے بڑے بڑے سرداروں کے جھگڑوں کا ایسا لاجواب فیصلہ فرما دیا کہ بڑے بڑے دانشوروں اور سرداروں نے اس فیصلہ کی عظمت کے آگے سر جھکا دیا۔ اور سب نے بالاتفاق آپ ﷺ کو اپنا حکم اور سردارِ اعظم تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ تعمیر کعبہ کے وقت پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی ہوئی تو زوردار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آ گیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ عمالقہ، قبیلہ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر و مرمت کرتے رہے تھے۔ مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی۔ اس لئے پہاڑیوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زوردار دھارا وادئ مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آ جاتا تھا۔ کعبہ کی حفاظت کے لئے بالائی حصہ میں قریش نے کئی بند بھی بنائے تھے مگر وہ بند بار بار ٹوٹ جاتے تھے۔ اس لئے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے۔ جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو۔ چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا اس تعمیر میں جان کائنات ﷺ بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے مختلف قبیلوں نے تعمیر کیلئے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے۔ جب عمارت ''حجر اسود'' تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی ''حجر اسود'' کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں۔ تا کہ ہمارے قبیلہ کے لئے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں بنو عبدالدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی۔ اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے۔ اور اس جھگڑے کو طے کرنے لے لیے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کا حکم مان لیا جائے وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوا وہ جان کائنات ﷺ ہی تھے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی سب پکار اُٹھے کہ واللہ یہ ''امین'' ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان

کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اُٹھائیں چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابہ ہوتا۔ (سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۹۶ تا ۱۹۷)

خانہ کعبہ کی عمارت بن گئی لیکن تعمیر کے لئے جو سامان جمع کیا گیا تھا وہ کم پڑ گیا اس لئے ایک طرف کا کچھ حصہ باہر چھوڑ کر نئی بنیاد قائم کر کے چھوٹا سا کعبہ بنالیا گیا کعبہ معظّمہ کا یہی حصہ جس کو قریش نے عمارت سے باہر چھوڑ دیا ''حطیم'' کہلاتا ہے۔ جس میں کعبہ معظّمہ کی چھت کا پرنالہ گرتا ہے۔

کعبہ کتنی بار تعمیر کیا گیا؟

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ مکہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''خانہ کعبہ'' دس مرتبہ تعمیر کیا گیا

1) سب سے پہلے فرشتوں نے ٹھیک ''بیت المعمور'' کے سامنے زمین پر خانہ کعبہ کو بنایا۔

2) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر فرمائی۔

3) اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں نے اس عمارت کو بنایا۔

4) اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔

5) قوم عمالقہ کی عمارت۔

6) اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اسکی عمارت بنائی۔

7) قریش کے مورثِ اعلیٰ ''قصیٰ بن کلاب'' کی تعمیر۔

8) قریش کی تعمیر جس میں خود جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی اور قریش کے ساتھ خود بھی اپنے دوش مبارک پر پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے رہے۔

9) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق تعمیر کیا یعنی حطیم کی زمین کو کعبہ میں داخل کر دیا اور دروازہ سطح زمین کے برابر نیچا رکھا اور ایک دروازہ مشرق کی جانب اور ایک دروازہ مغرب کی سمت بنا دیا۔

10) عبدالملک بن مروان اُموی کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اور ان کے بنائے ہوئے کعبہ کو ڈھا دیا۔ اور پھر زمانہ جاہلیت کے نقشہ کے مطابق کعبہ بنا دیا جو آج تک موجود ہے۔

لیکن حضرت علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں لکھاہے کہ نئے سرے سے کعبہ کی تعمیر جدید صرف تین ہی مرتبہ ہوئی ہے۔

۱) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تعمیر۔

۲) زمانہ جاہلیت میں قریش کی عمارت۔اوران دونوں تعمیروں میں دو ہزار سات سو پینتیس برس کا فاصلہ ہے۔

۳) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر جو قریش کی تعمیر کے بیاسی سال بعد ہوئی۔

حضرات ملائکہ اور حضرت آدم علیہ السلام اوران کے فرزندوں کی تعمیرات کے بارے میں علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہی نہیں ہے باقی تعمیروں کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ یہ عمارت میں معمولی ترمیم، یاٹوٹ پھوٹ کی مرمت تھی۔تعمیر جدید نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حاشیہ بخاری ج ا ص ۲۱۵)

لطیفہ:

کعبے کل پندرہ ہیں سات زمینوں میں سات آسمانوں میں ہر ہر زمین و آسمان پر اور ایک زمین پر ہے

(روح البیان ج:۱ ص ۲۹۲)

عجوبہ:

حجر اسود ابتداء بزرگ فرشتہ تھا جب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور جنت میں داخل فرما کر ساری جنت کو زیر تصرف لانے کی اجازت دی صرف ایک درخت کے کھانے سے روکا اوراس فرشتہ کو فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ رہنا اور یاد کروانا تاکہ حضرت آدم علیہ السلام درخت سے نہ کھائیں تو جب حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر سے درخت سے کھالیا تو اللہ جل شانہ، نے فرشتہ کی طرف ہیبت وجلال سے دیکھا تو وہ حجر بن گیا۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ حجر اسود قیامت کے دن آئے گا اور اسکے ہاتھ، زبان، کان اور آنکھیں ہوں گی حضرت شیخ کمال الدین الخمیمی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ شریف میں مجاور بنے تو انہوں نے دیکھا حجر اسود اپنے مکان سے نکلا اسکے دو ہاتھ دو پاؤں اور چہرہ تھا ایک لمحہ چلا پھر اپنے مکان کیطرف لوٹ گیا۔ (ملخصاً انسان العیون ج ا ص ۲۵۳)

حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ریاض الجنۃ ہے۔کعبہ شریف کے اردگرد ۳۰۰ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور ہیں حضرت ہود اور صالح علیہما السلام نے کعبے شریف کا حج نہ کیا باقی نبیوں نے کیا لیکن حضرت ہود و صالح علیہما السلام مدفون کعبہ میں ہیں (ملخصاً انسان العیون، ج:۱ ص ۲۵۸)

خانہ کعبہ کے پرانے مناظر
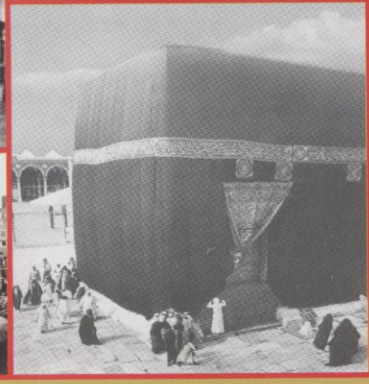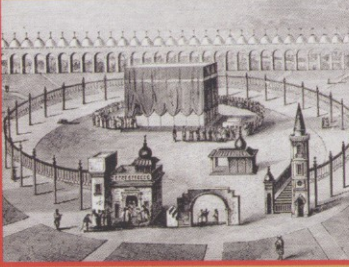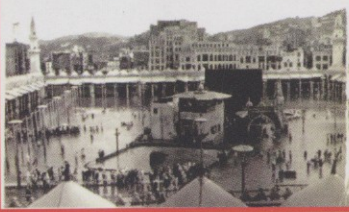
خانہ کعبہ کا جدید حسین منظر
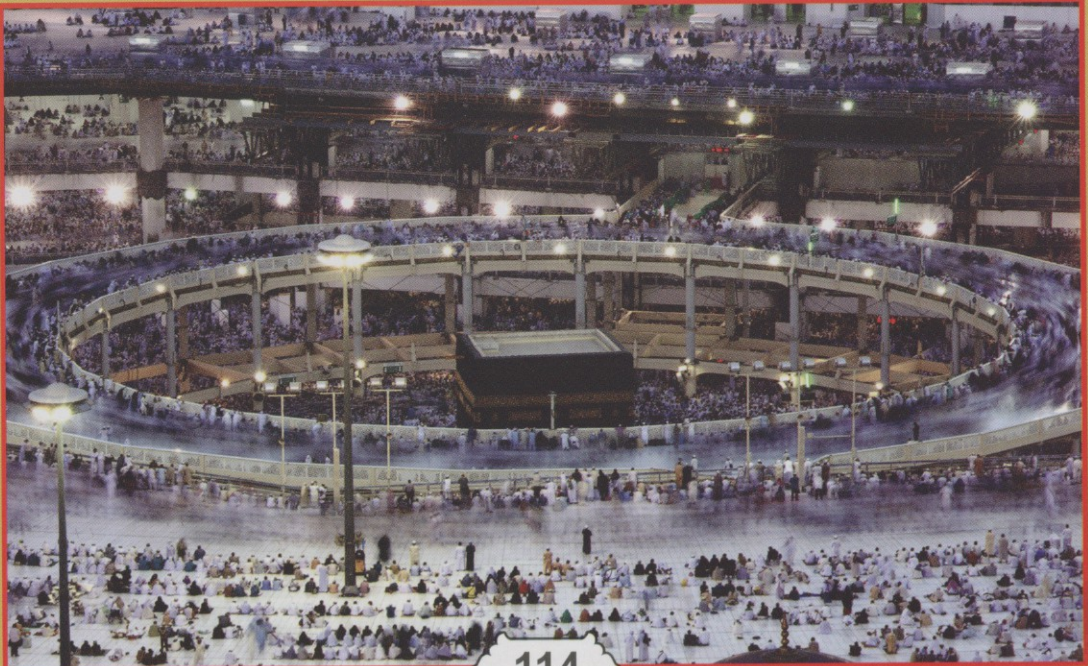
اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فردوس'' میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث بیان کی کہ جو شخص انگلیوں کو بوسہ دے اور ان دونوں کو آنکھوں پر لگائے جبکہ موذّن ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھے اور سننے والا ساتھ یہ بھی کہے:

''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا''

تو سرکاری فرمان ہے کہ ایسے شخص کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔

حضرت ملّا علی القاری علیہ رحمۃ الباری اس حدیث شریف کے بعد فرماتے ہیں:

جب اس روایت کا رفع سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لیے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے اے اُمّت تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

(موضوعاتِ کبریٰ ص ۲۱۰، قدیمی کراچی)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سُنّت

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فردوس'' میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی حدیث پاک ذکر کی ہے کہ انھوں نے جب موذّن کو ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھتے سُنا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور انگلیوں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر لگایا یہ دیکھ کر رحمت والے نبی ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ''

یعنی جو کام میرے خلیل ابوبکر نے کیا ہے جو مسلمان ایسا کرے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(مقاصد حسنہ ص ۳۸۴)

امام ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جانِ کائنات ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور جب ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر پڑھا ''قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان ختم کی، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر جو کوئی یہ پڑھے جو تُو نے پڑھا ہے ازرُوئے شوقِ دیدار اور ایسے کرے جیسے تُو نے کیا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے نئے پُرانے پوشیدہ اور ظاہر گناہ نیز خطا وعمد سب معاف فرمادے گا۔ (حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۷، قدیمی کراچی)

امامِ اہلبیت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا قول مُبارک

حضرت خواجہ فقیہ محمد بن سعید خولانی فرماتے ہیں مجھ سے عالم فاضل فقیہ ابُوالحسن علی محمد بن حدید حسینی نے بیان کیا اور انہوں نے فقیہ زاہد بلالی سے انہوں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا آپ نے فرمایا: جو شخص سنے کہ مؤذن ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہہ رہا ہے اور وہ سن کر پڑھے

''مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَ قُرَّۃِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ﷺ''

اور انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے وہ نہ کبھی اندھا ہوگا نہ اس کی آنکھیں دُکھیں گی۔

(مقاصد حسنہ ص ۳۸۵)

حبیب خدا ﷺ اسے جنت لے جائیں گے

جاننا چاہیے کہ جب مؤذن اذان میں پہلی بار ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' پڑھے تو مستحب ہے کہ سننے والا انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے اور کہے ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ'' تو سننے والا انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اور کہے

''قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ''

ایسا کرنیوالے کو حبیبِ خدا ﷺ جنت لے جائیں گے۔ (منیر العین ص ۱۴)

صاحبِ رُوح البیان کے نزدیک بھی اذان میں نام مبارک

اذان میں جب پہلی بار سُنے ''اَ شْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّ سُوْ لُ اللّٰہِ'' تو مستحب ہے کہ سننے والا کہے: ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَ سُوْ لَ اللّٰہ'' اور جب دوسری بار سنے تو کہے ''قُرَّةُ عَیْنِی بِکَ یَا رَ سُوْ لَ اللّٰہِ'' (آپ کی برکت سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) جبکہ دونوں بار انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے۔ یوں شرح قہستانی میں ہے اور انھوں نے بڑے بڑے فقہاء کرام سے نقل کیا ہے۔

(تفسیر روح البیان، ص ۲۶۰، جلد ۲۴)

ولیوں کے ولی سیّدنا امام ربّانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اذان میں نام مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے تھے۔ چنانچہ ''جواہرِ مجددیہ'' میں ہے (سیدنا امام ربانی قدس سرہ) جس وقت اذان سنتے اس کا جواب دیتے اور بوقت شہادتِ ثانیہ (اَ شْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّ سُوْ لُ اللّٰہِ) تقبیل ابہامین (انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے) اور ''قُرَّةُ عَیْنِی بِکَ یَا رَ سُوْ لَ اللّٰہِ'' پڑھتے۔

(جواہرِ مجددیہ ص ۵۲، مصنفہ حضرت خواجہ احمد حسن نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ)

تنگی معاش کا حل

جان کائنات ﷺ کے دربارِ گوہر بار میں ایک شخص نے حاضر ہو کر تنگی معاش کی شکایت کی تو جان کائنات ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو چاہے کوئی گھر میں ہو یا نہ ہو پھر مجھ پر سلام عرض کرو اور ایک مرتبہ "قل هو الله احد" پڑھو اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ جل شانہ، نے اس پر رزق کو کھول دیا حتیٰ کہ ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچا (القول البدیع ص ۱۲۹)

عملِ کشائش

ابوالفرح ابن جبار رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میرے شیخ محمد نبراز قطیعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پر کوئی صدمہ یا حادثہ پیش آتا تو آپ حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتے اور اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے اور کہتے تھے:

"اغثنی یارسول الله علیک الصلوة والسلام"

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ پر رحمت کاملہ اور سلامتی کا نزول ہو میری مدد فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہ)

پھر سرور کائنات ﷺ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر دل ہی دل میں آہستہ سے دو شعر پڑھتے تھے۔

ایدر کنی ضیم و انت ذ خیرتی — والظلم فی الد نیا و ا نت نصیرتی
وعار علی راعی الحمیٰ وھو فی الحمی — اذا ضا ع فی البیداء بعیری

یعنی کیا مجھے بھی کوئی آفت پہنچ سکتی ہے جب کہ آپ کا تعلق میرے لیے ذخیرہ آخرت ہے اور کیا میں بھی دنیا میں ظلم وستم کیا جاؤں گا جب کہ آپ ﷺ میرے معین و مددگار ہیں؟ یہ امر تو گلہ بان کے لیے باعثِ عار ہے کہ اس کے گلہ میں ہوتے ہوئے اس جنگل میں میرے اونٹ کی رسّی گم ہو جائے۔

ان ابیات کے پڑھنے کے بعد آپ درود شریف کی کثرت کرتے تھے۔ اس عمل کی برکت سے آپ پر سے اللہ تعالیٰ اس صدمہ اور آفت کو دور فرما دیتا تھا اور آپ اپنے مریدین کو بھی مصیبت اور آفت کے وقت اس عمل کی تلقین فرماتے تھے (غوث اعظم: ص ۳۳، احتشام الحسن کاندھلوی، ادارہ اسلامیات لاہور)

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مصنف کی دیگر کتب

میلاد جانِ کائنات ﷺ | نقوش تصوف | نقوش وضو | نقوش خادمیہ تلخیص صرفِ بہائی | انوار خادمیہ شرح مراح الارواح | نقوشِ زوجین | شانِ سیدنا غوث الوریٰ

سراج الحرمین پبلی کیشنز اچھرہ، لاہور 0334-4001418